عظیم شخصیتیں

۵

کاشف الغطاء
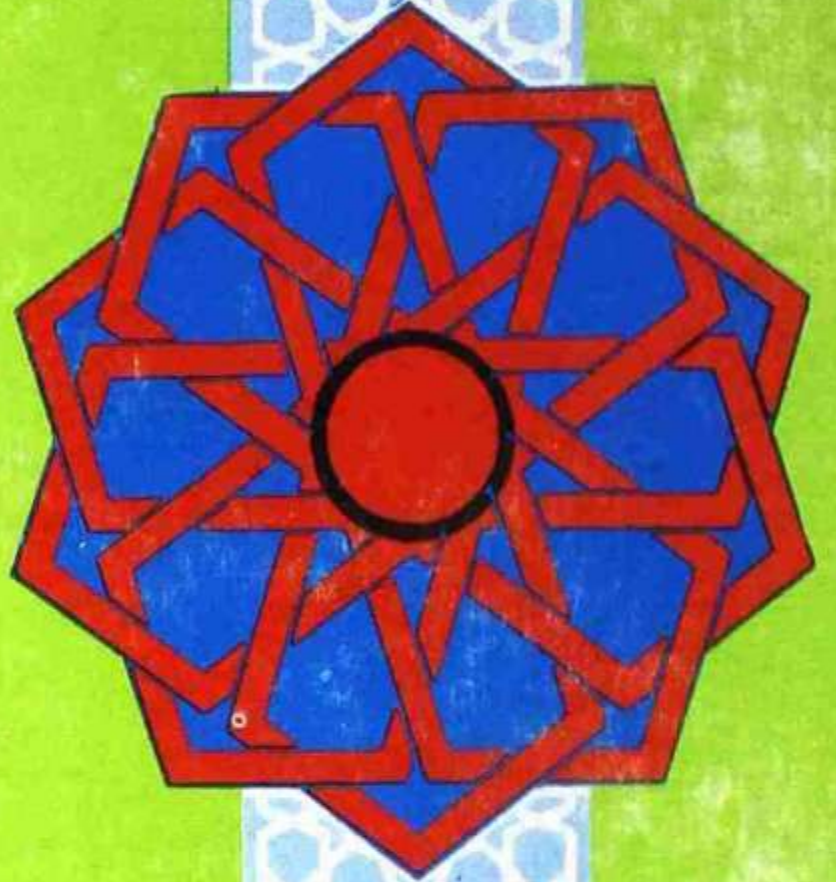
مؤلف

محمد رضا سماک امانی

مترجم

نثار احمد زین پوری

کاشف الغطاء

مؤلف

محمدّ رضا سماّک امانی

مترجم

نثار احمد زین پوری

انصاریان پبلیکیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۳۷۱۸۵-۱۸۷

قم جمہوری اسلامی ایران

ٹیلی فون نمبر ۷۴۱۷۴۴
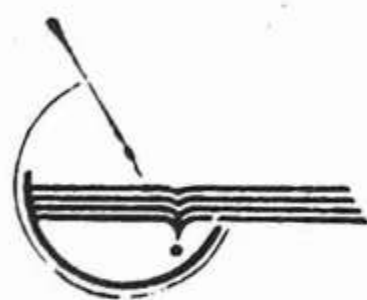
- نام کتاب ------- کاشف الغطاء
- تالیف -------- محمّد رضا سمّاک امانی
- ترجمہ --------- نثار احمد زین پوری
- کتابت --------- سیّد پیغمبر عبّاس نوگانوی
- ناشر ---------- انصاریان پبلیکیشنز، قم ایران
- سال طبع -------- ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ ق
- پریس ---------- بہمن، قم
- تعداد ---------- ۲۰۰۰

فہرست

فصلِ اوّل : فرازِ تشنگی

فصل دوّم : سیّد کے نقش قدم

فصل سوّم : مہتاب قدس

فصل چہارم : بانگ بیداری

فصل پنجم : فریاد

فصل ششم : غروب آفتاب

پیشگفتار

ثقافت و تہذیب کی غارت گری و تباہی کے دو اسباب ہیں ۱۔ اپنی ثقافت کی تحقیر ۲۔ غیروں کی ثقافت کی قصیدہ خوانی، جب تک کوئی قوم اپنے اندر اپنی پستی و حقارت کا احساس نہیں کرتی ہے اس وقت تک غیروں کی ثقافت کی شیفتہ نہیں ہوتی ہے، جو لوگ اپنے مادی و معنوی سرمایہ سے بے خبر، اپنے گوہر کی قدر و قیمت سے ناواقف ہوتے ہیں وہ اپنے گراں بہا موتیوں کو معمولی قیمت پر فروخت کر دیتے ہیں اور غیروں کے ردی مال کو گراں قیمت اور منّت کے ساتھ خریدتے ہیں، ایران میں پہلوی حکومت اور اس کے ہم مشرب کی اصطلاح میں تمدّن کی بنیاد مذکورہ پایوں ہی پر استوار ہے، یہی علم و ہنر اور صنعت میں مغرب کو خدا کی حیثیت سے پوجتے ہیں، مشرق کو وحشی و پسماندہ اور حقیر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو ابھی ترقی کے ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے۔ ان ہی طریقوں سے وہ اپنے سیاسی و اقتصادی مقاصد پورے کرتے ہیں۔

جس وقت یہ شیطانی سیاست اپنے نقطۂ عروج پر تھی اس وقت ناگہاں، ملّتِ اسلامیہ کے کالبد میں روحِ خدا جلوہ گر ہوئی اور ایران کے اسلامی انقلاب کا ساز چھڑ گیا۔ بہت سے فرزندانِ اسلام نے اپنی حقیقت و حیثیت کو سمجھ لیا اور حقوقِ بشر کے

ماسک ، ڈیموکریسی کی نقاب اور آزادی کے رنگ میں چھپے ہوئے مغرب کے وحشتناک چہرہ کو پہچان لیا اور خود شناسی یعنی فطرت، قرآن و مکتب اور اسلامی اقدار کی طرف بازگشت کا آغاز کیا۔

اس وقت ہمیں افسوس کے ساتھ ہی اس بات کا اعتراف کر لینا چاہئے کہ ہمارے معاشرہ کے بہت سے لوگوں کے افکار، نظریات اور اعمال ابھی تک مغرب سے متاثر ہیں، وہ اب بھی انگریزی الفاظ کے استعمال کو، دانشوری کی علامت، سرمایۂ افتخار، روشن فکری اور یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ افراد کی برتری خیال کرتے ہیں، عالمی روابط، سیمنار کمپنیوں، اجتماعی تعلقات میں مخصوص جملہ اور علمی واقتصادی غرور موجود ہے۔

اب بھی یہ حالت ہے کہ مغرب زدہ لوگوں کو ان دواؤں سے بھی شفا نہیں ہوتی جن کے نام انگریزی فرینچ میں مرقوم نہیں ہوتے اب بھی وقت گزاری کے وسائل، تفریح، کھیل اور ورزش کے ان اسباب پر فخر کیا جاتا ہے جن کے نام انگریزی اور فرینچ میں مرقوم ہوتے ہیں۔

اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوگا کہ دنیائے کفر والحاد غارت گر و استثمار کے نمونوں کو سرمایہ افتخار سمجھا جاتا ہے۔

بین المللی نظام میں کہ جس میں حرص و طمع، تکبر و غرور، سنگدلی اور انسانی اقدار سے بے اعتنائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، کے معیاروں کو کسوٹی قرار دیا جا سکتا ہے ؟ کیا اس کی تائید اور تعلقات کو سرمایۂ افتخار سمجھا جا سکتا ہے؟ کیا پندرہویں صدی کے جلادوں کے شاباش، بہت خوب کہنے اور تالی بجانے ہی کی قدر و قیمت ہے ؟ اور اس کی تردید و تکذیب کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہے؟

جس دنیا میں سلمان رشدی ایسے بے ادب اور قلم فروش کو ادبی انعام دیا جاتا ہے اور ایک ملک کے محنتی و ممتاز طلبہ کو فزکس کے اولمپیارڈ میں مسلمان و ایرانی ہونے کے

جرم میں شرکت سے محروم رکھا جاتا ہے کیا اس کے معیار عقل و عدل کے مطابق ہیں؟ ہم نے ان ہی کے معیاروں اور اصولوں کو اختیار کر رکھا ہے یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

اقوام متحدہ کے نظام کی تشکیل کے بارے میں اسلامی ممالک کو غور کرنا چاہئے اور مغربی ڈیموکریسی آزادی حقوق بشر اور اس سے وابستہ اداروں سے اس نظام کو فوراً جدا کریں اور بوسنیا وہرزگوڈینا فلسطین اور الجزائر سے عبرت حاصل کریں اور غیروں پر اعتماد کو کفر تصور کریں۔

یہ کتاب اپنے کو سمجھنے، خودیابی و خدا کے سلسلہ میں ایک کوشش ہے جو حوزۂ علمیہ قم کے علماء و طلبہ کی زحمت اور سازمان تبلیغات اسلامی کی حمایت و ہدایت میں تالیف ہوئی ہے درحقیقت یہ ستاروں کی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔

ایسے ستارے کہ جنھوں نے دنیا کے مذاہب و مکاتب کے عظیم و نمایاں ترین چہروں کو تحت الشعاع قرار دیا تھا۔

ایسے تمام ستاروں کی شناخت تو بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ ابھی تک ہم ان میں سے ستّر کا انتخاب کر سکے ہیں۔

ہم ایسے نیکو کاروں کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں جو خود کو بھول چکے تھے اور خدا کی یاد میں کھو گئے تھے خود سازی اور ظلم و کفر سے جہاد میں نمونہ ہونے سے قبل وہ اسلام و مسلمانوں کے لئے باعث فخر ہیں

ایسی قابل فخر شخصیتیں کہ جن کے ابھرنے سے مغرب لرزہ براندام رہتا ہے اور ان کو فراموش کرانے اور ان پر تہمت کی گرد ڈالنے میں لگا ہوا ہے ایسی شخصیتوں کا تعارف اور ان سے آشنائی ایک زیارت ہے جیسے قربت کی نیت اور قرآن و سنت کے پاسداروں سے آشنائی کے آہنگ کے ساتھ انجام پانا چاہئے کہ انہوں نے خدا اور اس کے پیغمبروں سے دفاع کے لئے علم بلند کیا اور ظالموں کے ساتھ زندگی پر قید خانہ اور تختہ دار کو ترجیح دی۔

مرکز تحقیق باقر العلوم کے ذمہ داروں اور اس سلسلہ کے محققین کو ہرگز اس بات کا دعویٰ نہیں ہے کہ وہ وحی اور اس کے پاسداروں کی بھرپور عکاسی کی صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ وہ حوزۂ علمیہ قم کے صاحبان قلم سے تعاون کی امید ہے اساتذہ وطلبہ کے مشوروں پر شکر گزار ہوں گے، خداوند عالم سے معرفت و خدمت کی توفیق کے خواستگار ہیں اور اس کے نیک بندوں کی ارواح سے مدد چاہتے ہیں۔ اِنَّہ وَلِی قَدِیُر

حرفِ آغاز

شیعہ صاحبانِ قلم، علماء مجتہدین اور مراجع تقلید نے تاریخ علم و شرف کے اوراق پر یادگار تحریر لکھی ہے۔

مغرب نے علم سے جتنا بھی فائدہ اٹھایا ہے وہ سب مشرق کا رہین مِنّت ہے، اس نے ہماری علمی و ثقافتی میراث کو کبھی چوری کے ذریعہ اور کبھی شب خون مار کر تاراج کیا ہے۔

جس زمانہ میں یورپ جہل و نادانی میں غرق تھا اس وقت اسلامی ممالک خصوصاً اندلس (اسپین) علم کے نقطۂ عروج پر فائز تھا، مغرب میں جب گھڑی اور گیئر نے رواج پایا تو یورپ کے اہل علم نے اس کو شیطانی حرکت تصور کیا اور اس کے کفر کا فتویٰ دے دیا۔

مسلمان دانشوروں کے ہاتھ میں ہزاروں سال تک پرچم علم و دانش رہا ہے، کہ جن میں سے بہت سے ابھی تک گم نام و ناشناختہ ہیں طول تاریخ میں پا برہنہ لوگوں کی پناہ گاہ صرف شیعہ دانشوروں کے کچے مکان رہے ہیں۔

میرزائے شیرازیؒ کے قلم کی ایک سطر نے برطانیہ کے استعمار کو شکست دی آپ کے تنباکو کی حرمت والے فتویٰ نے ایران کو استعمار کے چنگل سے بچالیا، آیت اللہ میرزا محمد تقی شیرازی معروف بہ میرزائے شیرازی، قائد انقلاب عراق میدان جنگ میں اتر گئے اور

عراق سے دفاع کے لئے برطانیہ سے جہاد کا فتویٰ دیا۔ میرزا کوچک نے گیلان میں اور شیخ محمد خیابانی نے تبریز میں استعمار و استبداد کا سلسلہ منقطع کیا، آیت اللہ کاشانیؒ نے تیل کو قومی ملکیت بنانے والی تحریک میں اہم کردار ادا کیا، شہید آیت اللہ مدرس مغربی استعمار اور رضا خان ایسے ڈکٹیٹر کے مقابلہ میں ڈٹ جانے والوں کے لئے نمونہ تھے۔ مشروطیت کے قیام کے محرک بھی شیعہ مراجع تقلید ایران کے آیت اللہ طباطبائی اور وحید بہبہانی اور عراق میں آیت اللہ آخوند خراسانی و آیت اللہ شیخ محمد حسین نائینی تھے۔

فیلسوف مشرق سید جمال الدین اسد آبادی بھی حوزۂ علمیہ ہی کے پروردہ ہیں کہ جنہوں نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، جنہوں نے استعمار سے مبارزہ کرنے کے لئے مدت دراز سے خواب غفلت میں پڑے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کرنے کا علم بلند کیا۔

حوزات علمیہ اور ملک کے ثقافتی معاشرہ کا فرض ہے کہ وہ عالم اسلام کے مفکرین کی تاریخ کی طرف توجہ کریں اور ان کی درس آموز سوانح حیات مرتب کر کے جوانوں کے لئے سرمشق قرار دیں تاکہ وہ زمانہ کی سنگلاخ و پرپیچ راہوں اور دشمنوں کی گزند سے خود کو محفوظ رکھ سکیں۔

زیر نظر کتاب ملت اسلامیہ کو بیدار کرنے والے، منادئ وحدت اور آزادی کا نعرہ بلند کرنے والے، آیت اللہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطا کی سوانح حیات ہے (اس کی تالیف کا مقصد) تاکہ نونہالان ملت ان کی نور و حماسہ سے معمور زندگی سے آشنا ہو جائیں اور ان سے آزادی و استقلال اور اسلام سے دفاع کا طریقہ سیکھ لیں،

محمد رضا سماک امانی ۔ قم

فصل اول
فرازِ تشنگی

فصل اوّل

فرازِ تشنگی

خاندانِ نور

حضرت علی علیہ السّلام کی فوج کے دلیر سپہ سالار مالک اشتر ایک جنگ میں رجز خوان تھے "من افعی نزم" میں شیر دل بہادر ہوں وہ اپنے کفو کو جنگ میں مقابلہ کے لئے پکار رہے تھے، لیکن ان سے جنگ کرنے کی کسی میں جرأت نہ تھی، تاریخ اسلام میں مالک اور ان کی اولاد کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔

"جناجیہ" عراق کے شہر حلّہ کے مضافات میں ایک گاؤں ہے کہ جس کو زمانۂ قدیم میں قناقیہ کہتے تھے: اس گاؤں کی ساری آبادی مالک کے خاندان پر مشتمل تھی۔ آخر کار زمانہ نے اس خاندان کی ایک فرد کو نجف پہنچا دیا، تاکہ وہ تاریخ عراق واسلام کا ایک نیا باب قائم کرے۔

خضر بن یحییٰ نے اپنی جائے ولادت کو خدا حافظ کہا اور نجف کی طرف کوچ کر گئے، اس کے بعد حلّہ کے علاوہ قبیلۂ بنی مالک نجف میں بھی زندگی گزارنے لگا، کیوں کہ خضر کے بیٹے، جو کہ مالک کے خاندان سے تھے نجف میں ساکن ہو گئے یہ خاندان آج بھی نجف وحلّہ میں "آل علی" کے نام سے مشہور ہیں۔ [۲]

اس سفر کے بعد خضر کے یہاں سب سے پہلے جعفر پیدا ہوئے یہ جوانی کے عالم میں حوزۂ علمیہ نجف میں وارد ہوئے اور تھوڑی سی مدت میں مختلف علوم پر دست رس

حاصل کی۔ آپ نے نمایاں علماء جیسے علاّمہ بحر العلوم سے کسب علم کیا اور حوزۂ علمیہ نجف کے جوان دانشوروں کی صف میں شامل ہو گئے [3] جب آپ اسلامی علوم کا درس دینے لگے چنانچہ دسیوں شاگرد اور آپ کے بعض سابقہ اساتذہ بھی آپ کے شاگردوں میں شمار ہونے لگے لیکن سابقہ اساتذہ آپ کا بہت احترام کرتے تھے [4] کتنی اچھی بات ہے کہ استاد اپنے اس شاگرد کے ہاتھ کو چومتا ہے جو کل اس کا استاد تھا انہوں نے امام حضرت علیؑ سے درس لیا تھا اور آپ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے ایک حرف سکھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا۔

مختصر یہ کہ جعفر نجف میں شیعوں کے مرجع تقلید بن گئے اور فقہ میں ''کاشف الغطا عن مبہمات الشریعۃ الغراء'' نامی کتاب تحریر کی چنانچہ اسی بنا پر ان کی اولاد کو کاشف الغطا کہا جاتا ہے [5] کاشف الغطاء یعنی پردہ ہٹانے والا۔

آپ کی گرانقدر کتاب ہی آپ کی شہرت اور علمی وقار کا سبب بنی انہوں نے علم اصول فقہ کے بہت سے اسباق کو پانی بنا دیا [6] وہ عظیم شیعہ دانشور آیت اللہ وحید بہبہانی کے شاگرد تھے [7] اور اخباری مکتب کے مقابلہ میں انہوں نے اپنے استاد ہی کا طریقہ اختیار کیا تھا اور حوزات علمیہ میں اجتہاد کو زندہ رکھنے کے سلسلہ میں محکم اقدامات کئے تھے [8] اصول فقہ میں شہرت یافتہ شیخ انصاری کہتے ہیں: اگر کوئی شخص کشف الغطا کتاب کے اصولی قواعد کو سمجھ لے تو وہ مجتہد ہے [9]

آیت اللہ شیخ جعفر کاشف الغطا علم فقہ میں اتنی مہارت رکھتے تھے کہ خود فرماتے ہیں: اگر فقہ کی تمام کتابوں کا خلاصہ کیا جائے تو میں اول سے آخر تک لکھ سکتا ہوں [10] ان کے قوی حافظہ، سرشار عقل اور نبوغ کی مثال بہت ہی کمیاب تھی۔

وہ رات کو اس وقت جب لوگ خواب استراحت میں مدہوش رہتے ہیں، بیدار ہوتے اور وضو کر کے نماز شب پڑھتے اور پروردگار سے راز و نیاز میں مشغول ہوتے تھے

اس سے بخشش طلب کرنا ان کے لئے نسیم سحری کے نرم جھونکوں میں سونے سے کہیں زیادہ محبوب تھا۔

وہ لوگوں کو نماز جماعت، ضعیفوں کی مدد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب دلاتے تھے اور خود ان مسائل پر سب سے زیادہ عمل پیرا ہوتے تھے۔ دو نمازوں کے درمیان کے وقفہ میں آپ کھڑے ہوتے اور ناداروں کے لئے نماز گزاروں سے پیسہ جمع کرتے [۱۲] اور حوادث میں ملّت کے ساتھ رہتے تھے جس زمانہ میں وہابی عراق پر حملہ آور ہوئے اور قتل و غارت کرنے لگے تو آپ نے نجف کے مختصر علماء و قوم کے ساتھ وہابیوں کا مقابلہ کیا [۱۳] متعدد بار ایران کا سفر کیا [۱۴] اور مہینوں مختلف شہروں میں اسلام کی تبلیغ میں مشغول رہے ۱۲۱۵ھ ق جب روس نے ایران پر حملہ کر کے اس کے بعض شمالی حصّوں پر قبضہ کر لیا تو کاشف الغطا نجف کے مراجع تقلید آیت اللہ میرزائے قمی (صاحب قوانین) آیت اللہ ملّا محمد نراقی (صاحب معراج السعادۃ) آیت اللہ سید علی طباطبائی (صاحب ریاض السالکین نے جہاد کا فتویٰ دیا اور بادشاہ ایران فتح علی شاہ کو لکھا کہ تم ایران سے دفاع کرو چنانچہ خود لکھتے ہیں:

> غیبت امام زمانہؑ میں جنگ کے کمانڈر کا تقرّر آپ کے جانشین، مجتہدین کے ذمہ ہے اس لئے میں ملک کی سرحدوں سے دفاع کرنے اور دشمنان اسلام سے مقابلہ کرنے کے لئے تمھیں مقرر کرتا ہوں اور مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ جنگ میں فتح علی کی پیروی کریں [۱۵]

چہارشنبہ ۲۲ یا ۲۷ رجب ۱۲۲۸ھ ق کو آپ نے انتقال کیا [۱۶] آپ کے سب بیٹے عراق کے بڑے دانشور تھے [۱۷]

عراق کے لوگوں کی قیادت خاندان کاشف الغطا کے ہاتھوں میں تھی اس خاندان

کی بہت سی عورتیں بھی دانشور تھیں ۱۸ خاندان کاشف الغطا کی فقہی روش بلند نظری زبان زد خاص وعام تھی ۱۹ ۔

کاشف الغطا کے پوتوں اور نواسوں نے نسلاً بعد نسل اپنے خاندان کے سیاسی وعلمی وقار کو بڑھایا یہاں تک کہ آیت اللہ کاشف الغطا کی نوبت آئی وہ بھی شیعوں کے تمام مراجع تقلید کی طرح نجف میں قیام پذیر رہے ملت عراق سیاسی معاملات میں ان کی بات کو تسلیم کرتی تھی ۲۰ ۔

آیت اللہ علی کاشف الغطا نے بعض اسلامی ممالک جیسے ایران، ترکی کا سفر کیا اور وہاں تبلیغ اسلام میں سرگرم رہے، ایران میں سات سال قیام پذیر رہے اور بہت سے شہروں کا سفر کیا ۲۱ آپ اس کتاب کے ہیرو آیت اللہ محمد حسین کاشف الغطا کے والد ہیں آپ کی سوانح حیات ملاحظہ فرمائیں ۔

خوش خبری

نجف، ۱۲۱۴ھ ق مطابق ۱۸۷۲ء ۲۲

عمارہ محلہ کے ایک تنگ و باریک کوچہ میں ایک پرانی ساخت کے مکان میں عورتوں کی آمد و رفت ایک نوید دے رہی تھی اینٹوں کا کمرہ، کہ جس کی چھوٹی چھوٹی جھانکیوں سے عصر کے وقت سورج کی شعاعیں پاس ہوتی تھیں، مسرت آمیز آواز سے گونج رہا تھا۔

شیخ علی آنگن میں ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے، معلوم نہیں وہ کیا سوچ رہے تھے ۔ انہوں نے گھر کی دیواروں پر ایک نظر ڈالی اور اپنے بچپن کی یادوں میں کھو گئے! گھر کی ایک ایک اینٹ ان کے لئے یادداشت تھی ان کے باپ اور دادا نے بھی اسی گھر میں ولادت پائی تھی ۔

گھر کا دروازہ کھلا اس عورت کے کچھ کہنے سے پہلے ہی گھر سے نوزاد بچے کے رونے کی آواز سنائی دی شیخ علی نے سر اٹھا کر اس کمرہ کی طرف دیکھا نوزاد بچہ نے اپنی آمد سے باپ کو خبردار کیا لیکن ابھی انھیں یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ نوزاد لڑکا ہے یا لڑکی وہ عورت شیخ علی کے پاس آئی اور کہا :

شیخ علی ! بیٹا مبارک !

شیخ علی نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا :

خدایا شکر ہے تیرا

بچہ کے رونے کی اور اہل خانہ کے ہنسنے کی آواز مخلوط ہوگئی تھی SYMPHON زندگی کا نقشہ کھینچ رہا تھا اور تعجب سے سوچ رہے تھے کہ پیدائش کے وقت بچہ کیوں روتا ہے ؟!

شیخ علی کھڑے ہوئے آہستہ آہستہ اوپر گئے کمرہ کا دروازہ کھولا لیکن ان کا سلام وسایہ ان سے پہلے کمرہ میں پہنچا آہستگی سے ان کے سلام کا جواب ملا اپنے نوزاد کو گود میں لیا اور اس کے ننھے سے سرخ چہرہ کا بوسہ لیا اور کہا :

میرے میوۂ دل خوش آمدی :

کچھ اپنی زوجہ سے گفتگو کی اور اس کے بعد دوبارہ اپنے بچہ کو گود میں لیا اور اپنا منھ بچہ کے دائیں کان کے پاس لے گئے اور آہستہ سے کہا :

اللہ اکبر ، اللہ اکبر ، اللہ اکبر ، اللہ اکبر

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه

اذان کے بعد بچہ کے کان میں اقامۃ کہی ۔

اسلامی تربیت بچہ کی زندگی کے ابتدائی لمحات ہی سے شروع ہو جاتی ہے ۔

اسلام کے دامن میں بچہ کی پیدائش سے قبل کے قبل بھی کچھ دستورات ماں باپ کے لئے ہیں حلال غذا، ماں کا فکری وروحی سکون اور دسیوں چیزیں ہیں جو جنین پراثرانداز ہوتی ہیں کہ جن پر اسلام نے زور دیا ہے۔

باپ نے اپنے بیٹے کا نام محمد حسین رکھا۔ کتنا بہترین و حسین نام ہے بہترین نام کا انتخاب وہ حق ہے کہ جس کی والدین کو بچہ کے بارے میں رعایت کرنا چاہئے افسوس کی جا ہے کہ بعض مسلمانوں کے بچوں سے جب ان کا نام پوچھا جاتا ہے تو وہ اپنا نام بتاتے ہیں کہ جس کا ان کی مذہبی تہذیب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، یا ایسا نام بتاتے ہیں کہ جس سے شرارت ٹپکتی ہے تاریخ میں خونریزی اور بے دینی کا وجود ہے اور ان بادشاہوں کا تذکرہ بھی ہے جنہوں نے ظلم و غارت گری کے علاوہ کوئی کام انجام نہیں دیا ہے

گہوارہ سے گلی تک

محمد حسین اپنی معصوم نگاہوں اور مسکراہٹ سے سب گھر والوں کو خوش رکھتے تھے چند مہینے کے تھے کہ ان کا ہنسنا اور رونا سب کو فریفتہ کرلیتا تھا۔

محمد حسین رفتہ رفتہ پاؤں پاؤں چلنے لگے چند قدم چلنے کے بعد زمین پر گر پڑتے تھے اور رونا شروع کر دیتے تھے عمارہ محلہ کے سنگریزے ہر روز صبح کے وقت آپس میں سرگوشی کرتے تھے، محمد حسین ان کے اوپر سے گزرتے تھے ایک بچہ گلیوں میں کھیلتا تھا جو کہ سالہا بعد عراق اور اسلامی ممالک میں ایک نقش بٹھائے گا، محمد حسین اپنے چھوٹے بھائی احمد جو کہ ان سے ایک سال چھوٹے تھے نجف اشرف کی گلیوں میں کھیلتے تھے جب ۱۳۰۰ھ ق میں لوگ رسول ؐ کی ہجرت کا سیزدہ سالہ جشن منا رہے تھے تو یہ دونوں صبح سے شام تک اپنے دوستوں کے ساتھ بچکانہ کھیل میں مشغول رہے۔

محمد حسین چھ سال کے تھے کہ اسلامی تربیت نے اس شاداب ذہن اور عقلمند

بچہ کو سنوار دیا جب والد نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو وہ اور ان کے چھوٹے بھائی باوجودیکہ بچے تھے اور ان پر نماز واجب نہ تھی لیکن اپنے باپ کے پیچھے کھڑے ہوتے اپنے سامنے سجدہ گاہ رکھتے تھے اور والد کی طرح نماز پڑھتے تھے باپ رکوع میں جاتے تھے تو وہ بھی جھک جاتے تھے کبھی اس قدر جھک جاتے تھے کہ دونوں پیروں کے درمیان سے پیچھے دیکھنے لگتے تھے کبھی قیام ہی سے سجدہ میں چلے جاتے تھے، رکوع بھول جاتے تھے ان کا سجدہ تو بڑا ہی پر لطف ہوتا تھا۔ سجدہ میں سات اعضاء کو زمین پر ٹکنا چاہیئے لیکن وہ دونوں زمین پر لیٹ جاتے تھے اور ان کا پورا بدن زمین سے مس ہو جاتا تھا وہ اپنے والدین کے ساتھ مسجد جاتے تھے، نماز جماعت، سینہ زنی اور عزاداری کے مراسم میں شریک ہوتے تھے جب ان کے ماں باپ روضۂ حضرت علی علیہ السلام کی زیارت کے لئے جاتے تو انھیں ہاتھوں پر اٹھاتے تاکہ زائروں کے جم غفیر میں وہ بھی مولا کے روضہ کو بوسہ دے سکیں جب زیارت کر کے واپس آتے تو دونوں (حرم مطہر کے صحن میں دانہ چگنے والے) کبوتروں کے پیچھے دوڑتے تھے۔ لیکن کبوتر ان سے زیادہ چالاک تھے وہ فوراً ہی اڑ جاتے تھے۔

گم شدہ

محمد حسین ابھی نوجوان ہی تھے نماز اور اسلامی احکام اپنے والد سے سیکھ چکے تھے جب وہ کچھ پڑھنا، لکھنا جان گئے تو دس سال کی عمر میں نجف کے حوزۂ علمیہ میں وارد ہوئے ۲۵

حوزۂ علمیۂ نجف آسمان نجف پر ایک ہزار سال تک ضیاء پاشی کرتا رہا۔

اس وقت ہر مسلمان طالب علم کی سب سے بڑی تمنا یہ ہوتی تھی کہ وہ حوزہ علمیہ نجف پہنچ جائے دنیائے اسلام کے طلبہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے سفر کی

تکالیف برداشت کرتے تھے اور مختلف ممالک ایران، پاکستان، ہندوستان، افغانستان اور لبنان وغیرہ سے نجف آتے تھے تاکہ وہ اس میدان کے چیمپین حضرات سے استفادہ کریں روضۂ حضرت علی علیہ السّلام اور روضۂ امام حسین علیہ السّلام کی زیارت کے مشتاق لوگوں کو وہاں کھینچتے تھے۔

محمد حسین نے حوزہ کے دروس کا عربی قواعد کی تعلیم سے آغاز کیا[۲۶] عربی کے قواعد، علم بلاغت، معانی و بیان اور بدیع کا جاننا حوزات علمیہ کے ابتدائی دروس میں شامل ہے محمد حسین نے مختصر زمانہ میں، صرف و نحو، بلاغت، حساب اور نجوم کا علم حاصل کر لیا اور اس کے بعد فقہ و اصول فقہ کی تعلیم میں مشغول ہوئے[۲۷] علم منطق بھی حوزات علمیہ کے ابتدائی دروس میں شامل ہے، علم فقہ احکام اسلام کو آیات، اور احادیث رسول و ائمہ سے اخذ کرنے کا نام ہے علم اصول فقہ ایسے فنون و قواعد کا سلیقہ سکھاتا ہے کہ جس کی مدد سے شرع کے احکام کو قرآن و حدیث سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

محمد حسین کو سکون نہیں تھا۔ ابھی پندرہ سال کے نہیں ہوئے تھے کہ ایک سرنوشت ساز فکر پیدا کرنے کی غرض سے رات دن مطالعہ میں مشغول ہوئے۔ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ جیسے انہوں نے کوئی چیز گم کر دی ہے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ کیا چیز گم کی ہے! وہ اپنے تشنگی کا راز جاننا چاہتے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ تشنگی کیا ہے۔

انہوں نے اپنے خاندان کی تاریخ کا مطالعہ شروع کیا کہ ممکن ہے اس سے ان کے سوال کا جواب مل جائے اپنے بزرگوں کی سرگزشت حاصل کرنے میں انہوں نے بہت کوشش کی یہاں تک کہ پندرہ سال کی عمر میں انہوں نے خاندان کاشف الغطا کی تاریخ، کتاب ,,اَلعَبقاتُ العَنبَرِیّۃ فِی طبقاتِ الجعفریّۃ،، تحریر کی، یہ

کتاب انہوں نے اصفہان میں مقیم اپنے چچا کی خدمت میں ارسال کی، اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ چار جلدوں پر مشتمل آستانۂ رضویہ مشہد کے کتب خانہ میں موجود ہے دوسرا نسخہ مجلس شوریٰ اسلامی کے کتب خانہ میں ہے [۲۸]

آپ کی بے پناہ استعداد نے پندرہ سال کی عمر میں ایسی کتاب لکھ کر سب ہی کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔ ان کے ہم عمر بہت سے نوجوانوں نے جو کہ بچپن میں ان کے ساتھ کھیلتے تھے، فضول کاموں میں اپنی عمر کو گنوا دیا تھا لیکن محمد حسین نے سن تکلیف کی ابتدا سے ہی بلکہ حوزۂ علمیہ میں داخل ہونے سے قبل ہی علم حاصل کرنے اور عراق کے علماء کی سرنوشت سے آگہی حاصل کرنے کے سلسلہ میں کوشش کی تھی وہ خلقت انسان، زندگی کے مقصد اور اسلوب حیات سے آگاہ ہونا چاہتے تھے۔ باوجودیکہ وہ کئی طلبہ کے برابر مطالعہ کرتے تھے لیکن اس سے بھی مطمئن نہ تھے، پھر بھی تشنگی کا احساس کرتے تھے، سیراب نہیں ہوتے تھے ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس چشمہ، کس دریا کے ساحل پر جائیں، کونسا پانی پیئں کہ جس سے پیاس بجھ جائے، وہ تشنہ تھے لیکن تشنگی کس چیز کی؟ وہ خود نہیں جانتے تھے وہ اپنی گم شدہ چیز کی تلاش میں تھے کتابوں کی ورق گردانی میں مشغول رہتے تھے لیکن نہیں جانتے تھے کہ کیا چیز حاصل کرنا چاہتے ہیں!

نہ بجھنے والی تشنگی

محمد حسین حکمت و فلسفہ کا مطالعہ کرتے ہیں تا کہ ان کا گم شدہ حاصل ہو جائے لیکن جیسے جیسے وہ اس میدان میں آگے بڑھتے جاتے تھے ویسے ہی ویسے ان کی تشنگی بڑھتی جاتی تھی انہوں نے اس زمانہ میں فلسفہ کی تعلیم کا آغاز کیا تھا کہ جس زمانہ میں ماحول کی ناہنجاریوں کی بنا پر بہت کم طلبہ فلسفہ کی تعلیم حاصل کرنے کی جرأت کرتے تھے، بعض شیعہ دانشور فلسفہ کے متعلق اچھے خیالات نہیں رکھتے تھے، بعض مسلمان دانشور

جیسے ابو علی سینا، سہروردی، فارابی اور ملا صدرا فلسفہ یونان کا تجزیہ کرنے میں مشغول تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے نیا نظریہ پیش کیا تھا اور یونان والوں کے بعض نظریات کو رد کیا تھا۔ لیکن اسے انہوں نے خدمت دین میں قرار دیا اس کے بعد فلسفہ اور زیادہ تابناک ہوگیا مگر ایک گروہ ابھی تک اس کا مخالف تھا۔

محمد حسین یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ فیلسوف حضرات کیا کہتے ہیں۔ اگر فیلسوف کی تحریروں میں کوئی بات عقل اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے تو پہلے یہ سمجھنا چاہئیے کہ وہ کیا کہتے ہیں اس کے بعد دلیل کے ساتھ ان کا جواب دیا جائے اور اگر فیلسوف کی تحریریں عقل اور قرآن و حدیث کے موافق ہوں تو انھیں قبول کرنا چاہئیے کیوں کہ حق بات کو قبول کرنا چاہیئے خواہ اس کا کہنے والا مومن ہو یا کافر۔

وہ بندۂ حق تھے کیا قرآن مجید میں یہ نہیں ہے کہ خداوند عالم نے ان لوگوں کو خوشخبری دی ہے کہ جو باتیں سنتے ہیں اور ان میں سے حق بات کی پیروی کرتے ہیں قرآن اور حدیث رسول و ائمۂ کو سمجھنے کے لئے فلسفہ بہترین چیز ہے البتہ جب تفسیر، حدیث اور دوسرے اسلامی علوم کے مطالعہ سے باز نہ رکھتا ہو۔

محمد حسین ساحل دریا سے تشنہ لب لوٹ آئے فلسفہ بھی انھیں سیراب نہ کرسکا وہ خرمن دانش کے خوشہ چیں تھے باوجودیکہ انہوں نے نابغہ افراد سے فلسفہ کی تعلیم حاصل کی لیکن انھیں ان کا گم شدہ نہ مل سکا اس کے بعد علم حدیث اور تفسیر میں مشغول ہوئے اور شب و روز انہی کے مطالعہ میں منہمک رہے لیکن نہ صرف یہ کہ سیراب نہیں ہوئے بلکہ ان کی تشنگی اور بھڑک اٹھی۔

محمد حسین کہتے ہیں: میں صدر المتألہین، ملا صدرا شیرازی کی مشاعر، عرشیہ، شرح ہدایہ سے لے کر اسفار، شرح اصول کافی تک نمایاں اساتذہ سے پڑھی ہیں [۳۰] لیکن

وہ اپنا گم شدہ نہ پا سکے تشنگی نے ان سے آرام و سکون چھین لیا تھا۔

اور زیادہ تشنگی

محمد حسین عرفان کی تعلیم کے حصول میں مشغول ہوئے۔ جس چشمہ نے اور بہت سے لوگوں کو سیراب کیا تھا کیا وہ بھی عرفان کے آب زلال سے سیراب ہوئے؟ عرفانی کتابوں، فصوص، نصوص، فلوک، دیوان مولوی اور جامی کے عرفانی اشعار میں پناہ ڈھونڈی [۳۱] معلوم نہیں ان کی بے چین روح کو کیوں آرام نہیں ملتا تھا۔ ان کی تشنہ دہانی کیوں ختم نہیں ہوتی تھی؟ شمس اور مولوی کو اپنا گرویدہ بنا لیا مجھے حیرت ہے کہ وہ مولوی کے سوز و ساز سے کیوں بے قرار نہ ہوئے مجھے نہیں معلوم کہ ان کی بلندئ روح کس قدر تھی کہ اتنی بلندیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا اور پھر بھی مطمئن نہ ہوئے جی ہاں مومن کا قلب عرش و حرم خدا ہے اور عرش و حرم خدا بے کراں ہے ہم تو ابھی اپنے قلب میں حرم خدا کے دریچہ کی جھانکی کا راستہ ہی تلاش نہیں کر پائے ہیں جب تک ہم اپنے قلب و فکر کی طہارت و تزکیہ نہیں کریں گے اس وقت تک دل کی وسعتوں کا اندازہ نہیں لگا سکیں گے۔ آفتاب کس طرح افکار و قلوب کی ننھی ننھی شعاعوں کو درخشاں کرتا ہے۔؟

وہ عربی ادب اور عرب کے شعراء کے دیوان کے مطالعہ میں مشغول ہوئے[۲۲] نظم سے آپ کو بے پناہ شغف تھا۔ نوجوانی کے زمانہ میں انھوں نے جو نظم و نثر لکھی تھیں وہ کتابوں میں موجود ہیں [۳۲]

محمد حسین بہترین زمانہ میں حصول علم میں مشغول ہوئے اور نوجوانی و جوانی کے دوران آپ نے حوزۂ علمیہ نجف اشرف کے بہترین و نمایاں اساتذہ، آیت اللہ

مصطفیٰ تبریزی، آیت اللہ میرزا محمد باقر اصطہباناتی، آیت اللہ حاج رضا ہمدانی، آیت اللہ محمد تقی شیرازی، علامہ حسین نوری سے اسلامی علوم، فقہ، اصول فقہ، فلسفہ منطق، ریاضیات، علم نجوم، تفسیر، حدیث، حکمت، الہیات اور عرفان وغیرہ کی تعلیم حاصل کی [۳۴]

محمد حسین زندگی کے بیابانوں میں اپنی گم شدہ چیز کی تلاش میں تھے انہوں نے کوئی چیز گم ہی نہیں کی تھی بلکہ اب انھیں یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ خود کو گم کر چکے ہیں بے آب بیاباں میں پیاسا اور بے کراں صحرا میں سرگرداں انسان کو کہاں پناہ ملے گی؟ ابتدائے شباب سے علم کے شیدا تھے، حوزۂ علمیہ نجف میں رہ کر وہ تمام علوم حاصل کر لئے تھے جنہوں نے شیفتگان علوم کو سرمست کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ آگے بڑھ جانا چاہتے تھے۔ آگہی کی آخری منزل پر پہنچ جانا چاہتے تھے تاکہ اس بات کا سراغ لگا لیں کہ کیا کرنا ہے؟ انہوں نے زمانہ کے سیلاب میں ڈوبنے والوں کی المدد المدد کی آواز کو سنا تھا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ ایک جماعت اپنے مال و دولت کو چھوڑ کر منزل آخرت کی طرف کوچ کر گئی ہے۔

انہوں نے ۱۸ بہاریں دیکھی تھیں، مہاجر پرندوں نے ۱۸ بار آشنا لوگوں کا پیغام ان تک پہنچا دیا تھا، اب محمد حسین ۱۸ سال کے جوان تھے، زندگی کے نشیب و فراز پہچانتے تھے۔ انہوں نے ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے سلسلہ میں پوری کوشش صرف کی

۱۳۱۲ھ ق میں وہ نجف میں آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی کے فقہ کے درس خارج[۱] میں شریک ہوئے اور آیت اللہ آخوند خراسانی کے اصول فقہ کے درس خارج میں شریک ہوئے [۳۵]

---

[۱] درس خارج، حوزات علمیہ کا بلند ترین درجہ ہے اس میں طلبہ عربی ادبیات منطق اور فقہ و اصول فقہ کی تعلیم کے بعد ہی شریک ہوتے ہیں تاکہ علم فقہ کے بارے میں دیگر علماء کے نظریات سے آگاہ ہو سکیں درس خارج میں زبردست علماء طلباء کو قرآن و حدیث سے شرعی احکام اخذ کرنے کا طریقہ سکھاتے ہیں۔

فانوسِ دریائی

محمد حسین دن و رات مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ جب انہوں نے خود کو آخوند خراسانی کے درس میں پایا تو ان کی اندرونی تشنگی کچھ کم ہوگئی تھی آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی کے درس نے بھی ان کی پیاسی روح کو سیراب کیا تھا ان کے دونوں استاد دنیائے شیعت کے مرجع تقلید تھے وہ طہارت و زندگی گزارنے کے سلسلہ میں نمونہ تھے شاگرد صرف ان کی علمی باتوں سے زاد راہ ہی نہیں لیتے تھے بلکہ ان کے کردار و چال چلن سے بھی درس حاصل کرتے تھے۔

استاد کی کلاس میں بہت رش تھا، استاد فقہا کے نظریات بیان کر رہے تھے اور اس کے بعد ان نظریات پر اعتراض کر کے ان کے جوابات دینے میں مشغول تھے، نصف بحث گزر چکی تھی استاد نے دوبارہ اعتراض پر اعتراض اور جواب در جواب کا سلسلہ شروع کیا ہمیشہ اس طرح علمی بحثوں کے ذریعہ کلاس میں جوش و خروش پیدا کر دیتے تھے کبھی طلبہ میں سے ایک طالب علم کھڑا ہو کر استاد کے نظریہ پر اعتراض کرتا تھا۔ استاد خاموش ہو کر اپنے شاگرد کی باتوں کو توجہ کے ساتھ سنتے تھے اور شاگرد کی بات مان لیتے تھے لیکن یہ سکوت و آرام ایک طوفان کے بعد آتا تھا استاد جب نظریات کی تردید سے فراغت پاتے تو پھر ایک معمولی اشارہ سے اس طوفان کو خاموش کرتے تھے واضح و شیریں بیان اور محکم دلیل سے افکار کے وسیع کھیت میں درستی کے صحیح گل بوٹے لگاتے تھے لیکن کبھی دوسرا شاگرد اٹھ کر اپنے ہم کلاس کے علمی نظریہ سے دفاع کرتا تھا ایک ولولہ برپا ہو جاتا تھا استاد بیان کرتے تھے شاگرد سنتے تھے پھر شاگرد لب کشائی کرتے تھے استاد پھر خاموش ہو جاتے تھے۔۔۔

محمد حسین کلاس میں نظریات کی بوچھار میں محو ہو جاتے تھے اور شاگرد و استاد

کی گفت وشنید کے بارے میں سوچنے لگے تھے وہ استاد کے علمی نظریات کو قلم بند کر لیتے تھے اور کمرہ پر جاکر دوبارہ اس نوشتہ کا اور مسلمان دانشوروں کی فقہی واصولی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے اور اسی فکر میں کھو جاتے تھے کافی رات گئے تک بیدار رہتے تھے دنیائے علم بوستان ہستی سے کہیں زیادہ حسین ہے کاش! ساری دنیا کے گھر، گلیاں ، شاہ راہیں ، میدان، شہر اور ملک کتب خانے ہوتے ، کاش ساری دنیا کے پارکوں کی کرسیاں ، میز ، تپائی ، کلاس ہوتیں۔ کاش! تمام فوارے ، آب نما بہترین تحریر کا مرقع ہوتے ۔

کاش این ہستی زبانی داشتے   تا زہستان پردہ ہا بر داشتے
کاش کائنات بولتی ہوتی   تا کہ راز ہستی سے پردہ ہٹا سکتی

محمد حسین زندگی کے جوش مارتے ہوئے دریا میں ساحل کی تلاش میں تھے لیکن اندھیری رات میں ساحل کا سراغ کیسے لگائیں؟ زمانہ کی موجیں ان کی زندگی کی کشتی پر حملہ آور ہوتی تھیں۔ انہوں نے دریا کے بیچ میں دور سے ایک نور دیکھا۔ بالکل صحیح ہے دریائی فانوس ان کے برابر تھا لیکن بہت دور تھا وہ دریا کی منہ زور موجوں سے ٹکرانے کے لئے تیار ہو گئے پتوار چلایا۔ رم جھم بارش ہو رہی تھی۔ ستارے ڈگمگا رہے تھے لیکن چاند کی روشنی ابھی پورے طریقہ سے نہیں پھیلی تھی تنہا محمد حسین دریائی فانوس کا نظارہ کر رہے تھے دریا میں بھٹک جانے والوں کی خدا کے بعد صرف دریائی فانوس ہی امید ہوتا ہے سرد رات میں دریا کے مسافر اسی سے گرمی حاصل کرتے ہیں اس کے دیکھنے سے زندگی کی امید زندہ ہوتی ہے۔

سنہری روشنی

جام مے وخون دل ہر یک بکسی دادند   در دائرۂ قسمت اوضاع چنین باشد[۳۷]

عشق کی تب و تاب میں عاشق جلتے ہیں، لیکن معشوق کے دل پر ایک آہ کا اثر چھوڑ جاتے ہیں، مریضِ عشق اپنے مرض کی دوا کے علاوہ کچھ نہیں چاہتے ہیں ۔

محمد حسین استاد کے گرویدہ تھے انہیں عنفوان شباب ہی میں دو عظیم نعمتیں ملی تھیں ان کے فرزانہ اور نمونہ استاد ان کے لئے نمونہ و اسوہ تھے ۔ محمد حسین کا روز بروز استاد اور تعلیم سے شغف بڑھتا جاتا تھا۔ اب ان کے اندر پہلی سی بے قراری نہیں تھی ۔ بلاناغہ استاد خراسانی کے درس میں شریک ہوتے اور اپنے علم میں اضافہ کرتے تھے، اب وہ علم اصول فقہ کے بہت سے قوانین پر دست رسی حاصل کر چکے تھے اور آیت اللہ محمد کاظم یزدی کے فقہ کے درس خارج سے قرآن و حدیث سے شرعی احکام اخذ کرنے کا طریقہ سیکھ رہے تھے۔

محمد حسین حوزہ علمیہ کے جوان استاد تھے، چند سال تک دو مقتدر اساتذہ کے علم سے مستفید ہونے کے بعد اب علوم حوزوی کے مشتاق طلبہ کو درس دینے لگے تھے حوزات علمیہ کے تعلیمی نظام کا ایک امتیاز یہی روش ہے کہ جب شاگرد، علوم حوزہ کو اچھی طرح پڑھ لیتے ہیں وہ حوزہ میں نو وارد طلبہ کو پڑھاتے ہیں، محمد حسین جو کچھ روزانہ کلاس میں لکھتے تھے راتوں کو اس کا مطالعہ و تجزیہ کرتے تھے اور شیعہ دانشوروں کی فقہی و اصولی کتابوں کے مطالعہ کے ذریعہ اپنے علم میں مزید اضافہ کرتے تھے اور اگلے دن چھوٹی کلاس کے سامنے بیان کرتے اور ان کے نظریات و خیالات سے بھی فائدہ اٹھاتے تھے ۔ مسجد ہندی اور روضۂ حضرت علی علیہ السلام کے صحن میں مقبرۂ میرزائے شیرازی میں کاشف الغطاء کے لاکھوں شاگرد جمع ہوتے تھے۔ اسلامی ممالک کے گوشہ و کنار سے بہت سے تشنگان حقیقت نجف آتے تھے تاکہ علم حاصل کرنے کے بعد واپس لوٹ جائیں اور وہاں کے لوگوں کو معارف اسلام سے روشناس کریں۔

اب کاشف الغطاء حوزۂ علمیہ نجف کے جوان اور دانشور استاد ہو چکے تھے زندگی کے دلچسپ زمانہ کو استاد کی شاگردی میں بسر کیا اور آغاز جوانی میں جوان طلبہ کو درس دینے کے لئے تدریس کی کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔

ان کے بہت سے دوست ان کے سلسلہ میں رطب اللسان تھے۔ وہ آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی کے ممتاز ترین شاگرد تھے ۳۹ استاد کے درس میں بہت مجمع تھا سیکڑوں طلبہ استاد کے درس میں شریک ہوتے تھے اور ان کے درمیان میں محمد حسین ایسے ذی استعداد افراد بھی ستاروں کی طرح چمکتے تھے۔

باپ کا شکوہ

محمد حسین اور ان کے بھائی احمد کی تینتس سال عمر گزر چکی تھی وہ حوزۂ علمیہ نجف کے جوان اور آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی کے با صلاحیت شاگردوں میں سے تھے ۴۰ استاد ان کی جد و جہد اور استعداد کا اندازہ درس کے دوران ان کے اعتراضات سے لگا چکے تھے۔ اس لئے ان کا بہت احترام کرتے تھے اور ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے وہ بھی استاد کے چاروں طرف اس طرح گھومتے تھے جس طرح شمع کے گرد پروانے اور ان کے اسلامی علم و اخلاق سے روشنی حاصل کرتے تھے استاد سے روز بروز ان کی محبت بڑھتی جاتی تھی۔ کلاس ان کی علمی احتیاج کو پورا نہیں کر سکتی تھی کبھی نجف کی گلیوں سے گزر کر استاد کے ہمراہ ان کے گھر تک چلے جاتے تھے اور اپنے اعتراضات ان کے سامنے بیان کرتے تھے۔ استاد بھی مطمئن کرنے والی دلیل سے ان کے اعتراض کا جواب دیتے تھے، رفتہ رفتہ انہوں نے استاد کے دل میں جگہ پیدا کر لی۔ آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی نے کہ جن کے درس میں ان دو شاگردوں نے دس سال سے زائد شرکت کی تھی، ان

کے نبوغ سے استفادہ کرنے اور اپنے مقلدین کے شرعی سوالات کے جوابات دینے کے لئے ان سے مدد لینے کا فیصلہ کیا اس زمانہ میں استاد عروۃ الوثقیٰ تحریر کر رہے تھے اس کتاب کے لکھنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کے شرعی سوالات کا جواب دیا جاسکے۔ اس کام میں ان کے دونوں شاگردوں نے مدد کی انہوں نے عروۃ الوثقیٰ کی طباعت کے سلسلہ میں بھی کافی زحمتیں اٹھائیں [۴۱]

یہ دونوں بھائی آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی کے مجمع فقہی کے ان دانشوروں میں سے تھے جو کہ کتاب عروۃ الوثقیٰ کی طباعت میں آپ کے گھر آپ کی مدد کے لئے جمع ہوتے تھے، مختصر یہ کہ کام تمام ہو گیا تو ان کے والد نے گلہ کیا میرے بیٹے مجھے چھوڑ کر سید محمد کاظم کے ہو رہے [۴۲]

رویت ہلال

کاشف الغطاء کی علمی شہرت اور ان کے تقوے و عقلمندی کا تمام طلبہ میں چرچا تھا حوزۂ علمیہ نجف کے بہت سے علوم اسلامی کے اساتذہ بھی انھیں پہچانتے تھے۔ علوم اسلامی کے محققین میں کاشف الغطا کے خاندان کا نام جانا پہچانا ہوا تھا۔ کاشف الغطا نے دوبارہ اپنے خاندان کی شہرت کو دوبالا کر دیا۔ ان کے خاندان کا نام خصوصاً ان کے پر دادا آیت اللہ شیخ جعفر کاشف الغطا نے آسمان عراق پر نور افشانی کی تھی۔

محمد حسین نے علوم اسلامی کی تحصیل کے ساتھ خود سازی کے لئے کمر ہمت کسی روضۂ حضرت علی علیہ السلام کی زیارت اور دعا پڑھنا اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے توسل کرنا تربیت اسلامی کے بنیادی طریقوں میں سے رہا ہے کہ جب حوزۂ علمیہ نجف میں پاک و فرزانہ لوگ ہمیشہ دنیائے اسلام کی تحویل میں دیتے چلے آرہے ہیں

رمضان کی پہلی (یا آخری) تاریخ تھی لوگ مرجع تقلید آیت اللہ نائینی کے گھر جمع تھے لوگوں کو اس بات کا انتظار تھا کہ مراجع تقلید میں کوئی اول (یا آخر) رمضان ہونے کا حکم صادر کرے، تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر آج پہلی رمضان ہے تو روزہ رکھیں اور اگر آخر رمضان ہے تو کل روزہ نہ رکھیں کچھ لوگ آیت اللہ نائینی کی خدمت میں پہنچے اور کہا: ہم نے چاند دیکھا ہے لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اہالی نجف میں سے ایک شخص آیا اور اس نے گواہی دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے مرجع تقلید نے اس کی گواہی کو بھی کافی نہ سمجھا آیت اللہ نائینی کے پاس ۱۴ افراد بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے یہ یک زبان کہا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے۔

کمرہ کا دروازہ کھلا، ایک شخص آیت اللہ نائینی کے پاس ایک خط لایا انہوں نے خط کھولا اور خط پڑھا اور فرمایا میں رویت ہلال کا حکم صادر کرتا ہوں، سب حیرت میں تھے کہ کس شخص نے خط بھیجا ہے؟ شاید کسی دوسرے مرجع تقلید نے بھیجا ہو؟ یہ خط کاشف الغطا نے بھیجا تھا اور اس میں لکھا تھا میں نے خود چاند دیکھا ہے[۴۴]

اٹھو

علامہ میرزا حسین نوری فن حدیث کے ماہر، بحر روایات کے گوہر شناس اور احادیث اہل بیت پر کھنے والے، ایک عجوبہ تھے تعجب خیز بات یہ ہے کہ علم و تقویٰ کے بار کو انہوں نے کیوں کر برداشت کیا؟

علامہ حسین نوری علم و حدیث کے استاد اور جعلی حدیثوں کے درمیان سے حقیقی اور صحیح حدیثوں کو نکالنے میں ماہر ہیں کاشف الغطا نے سالہا سال ان کی

شاگردی کی بہت پرانے زمانہ کی بات نہیں ہے کہ حوزۂ علمیہ نجف میں علم حدیث کو فروغ تھا دشمنان اسلام پیغمبرؐ کے زمانہ سے ہی آپ کی طرف ایسی باتوں کی نسبت دیتے تھے جو عقل، قرآن اور آپ کے گہربار سخن کے سراسر خلاف ہوتی تھیں، رسول خداکی وفات کے بعد اس کام میں اور شدت آگئی جھوٹے لوگوں نے ہزاروں جعلی حدیثوں کو پیغمبرؐ کی حدیثوں میں ملا دیا تاکہ اس سے اپنا مدعا حاصل کرسکیں۔

دشمنان اسلام نے یہ منصوبہ بنایا کہ جعلی حدیثیں گھڑ کر انھیں رسول اسلام کی طرف منسوب کر کے اسلام کی بیخ کنی کریں علم حدیث کے ماہرین اس سرنوشت ساز میدان تنقید و تجزیہ سے کام لیتے ہیں تاکہ دسیوں ہزار حدیثوں کے درمیان سے جعلی حدیثوں کو نکال دیا جائے۔

کاشف الغطا نے چودہویں صدی ہجری میں علم حدیث کے کم نظیر اسپیشلسٹ یعنی آیت اللہ میرزا حسین نوری سے فنون علم حدیث سیکھے اور استاد کے پیارے بن گئے استاد علم حدیث ہی میں نہیں بلکہ اس زمانہ کے علم عشق کے سردار بھی تھے علم عشق کسی کتاب میں نہیں سما سکتا ہے۔ عشق خدا عبادت اور پروردگار سے راز و نیاز کی گنجائش صرف دل میں ہے کاشف الغطا نے استاد کی وعظ و نصیحت اور راہنمائی میں کمال و ارتقاء کے راستوں کو طے کیا وہ ہمیشہ استاد کے ساتھ رہتے ان ہی کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے یہاں تک کہ سفر میں بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑتے تھے [۴۵]

ایک روز استاد کے پاس بیٹھے تھے استاد سے عرض کی جوانی کی رطوبت میرے بدن میں سرایت کر گئی ہے جو مجھے نماز تہجد پڑھنے سے باز رکھنا چاہتی ہے چنانچہ کبھی کبھی نماز شب نہیں پڑھ پاتا ہوں استاد تعجب سے دریافت کرتے ہیں کیوں؟ کیوں، نماز شب کے لئے اٹھو۔

کاشف الغطا اپنے استاد کی وفات کے برسوں بعد استاد کی اس سرزنش کو یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں میرے مرحوم استاد کی آواز مجھے سحر سے قبل نمازِ شب کے لئے بیدار کر دیتی ہے[46]

باپ کے غم میں

۱۳۲۰ھ ق میں کاشف الغطا کو دو غم اٹھانے پڑے، علم حدیث کے استاد علامہ نوریؒ نے منزلِ آخرت کی طرف کوچ کیا اگرچہ کاشف الغطا ہر سفر میں اپنے استاد کے ہمراہ جاتے تھے لیکن اس سفر میں استاد تنہا چلے گئے اور شاگرد کو ماتم میں بٹھا گئے آیت اللہ شیخ علی کاشف الغطاء محمد حسین کے والد نے بھی جو کہ مرجع تقلید شیعہ اور علوم اسلامی کے استاد تھے دارِ فانی سے کوچ کیا۔ محمد حسین نے سالہا سال اپنے والد کی گفتار و رفتار سے بھی درس لیا تھا، اب خاندان کاشف الغطاء ان کے غم میں آنسو بہا رہا تھا، بہت سے طلبہ، اساتذہ، مراجع تقلید، ہمسائے احباب آشنا اور وابستگان تعزیت کے لئے، آپ کے گھر آتے اور تسلیت پیش کرتے تھے، آپ کے والد کے ایصال ثواب کی مجلس میں بے پناہ مجمع نے شرکت کی اور آپ سے اظہار ہمدردی کیا۔
محمد حسین ابر بہار کی طرح اپنے والد کے غم میں رو رہے تھے عہد طفلی میں ان سے جو پیار و محبت دیکھی تھی وہ صفحۂ دل پر نقش تھی، اب مہربان باپ اور بہترین استاد و دانشور کا سایہ اٹھ چکا تھا۔

آنسوؤں کا سیلاب

۱۳۲۹ھ ق حوزۂ علمیہ نجف اشرف کے عالی مقام استاد اور مرجع تقلید شیعہ کے غم میں سیاہ پوش تھا ایرانی طلبہ، اساتذہ، مجتہدین مراجع تقلید اور

مقیم نجف ایرانی صبح سویرے حرم حضرت علی علیہ السلام کے صحن میں جمع ہو چکے تھے تاکہ آیت اللہ آخوند خراسانی کو خدا حافظ و الوداع کہیں۔ جبکہ منصوبہ یہ تھا کہ وہ ایران تشریف لے جائیں گے اور وہاں کے لوگوں کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالیں گے اور غاصبوں سے اپنے ملک کی سرزمین کا دفاع کریں گے ابھی آفتاب کی شعاعیں نہیں پھیلی تھیں کہ ایک آدمی سراسیمہ اور روتا پیٹتا حرم حضرت علی علیہ السلام میں پہنچا لوگ آخوند خراسانی کی آمد کے منتظر تھے لیکن قاصد اجل نے سب کو سراسیمہ کر دیا اور دل جل اٹھے اور آنکھوں سے سیلاب اشک جاری ہو گیا لوگ اس خبر کو باور نہیں کر سکتے تھے لوگ اس خبر ناگہانی کو سن کر آخوند خراسانی کے گھر کی طرف دوڑ پڑے مرد و عورت، پیر و جوان سب ہی ان کے گھر کی طرف چل دیئے۔ محمد حسین اپنے بھائی کے ساتھ اپنے استاد کے گھر میں داخل ہوئے کمرہ میں ایک طرف اسباب سفر نمایاں تھے تھوڑا آگے بڑھے تو ناگہاں کمرہ کے بیچ میں کفن میں لپٹا ہوا ایک جنازہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے وہیں کمرہ کے دروازہ پر بیٹھ گئے اور رونے لگے وہ کیسے باور کر سکتے تھے کہ وہ استاد و معلم کہ جس کی شاگردی پر ۱۷ سال کا افتخار تھا وہ اب نہیں آئیں گے، آخوند خراسانی نجف سے انقلاب مشروطیت کی قیادت کر رہے تھے اور اس صبح کو (جس میں انتقال ہوا) کچھ دانشوروں اور احباب کے ساتھ ایران جانے والے تھے لیکن تقدیر میں کچھ اور ہی تحریر تھا جو لوگ انھیں خدا حافظ کہنے کے لئے آئے تھے جوان کی چند دنوں کی جدائی برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے وہ لاشعوری طور پر انہیں ہمیشہ کے لئے الوداع کہنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ بہت سے لوگوں نے آخوند خراسانی کی موت میں برطانوی استعمار کا ہاتھ خیال کیا وہ کہتے تھے اس عظیم عالم کو برطانوی گماشتوں نے زہر دیا ہے۔

فصل دوم
سیّد کے نقشِ قدم

فصل دوم

سیّد کے نقش قدم

اجتہاد ہر طالب علم کی دلی تمنّا

کاشف الغطاء نے آیت اللہ آخوند خراسانی کے اصول فقہ کے اور سید محمد کاظم یزدی کے فقہ کے درس خارج کے چند دوروں میں شرکت کی ۵۰ اور گزشتہ مراجع کے اصول و فقہ میں نظریات کی تحقیق و مطالعہ میں بذل جہد کر کے مرحلۂ اجتہاد تک پہنچ گئے اجتہاد حوزۂ علمیہ کے ہر طالب علم کی دلی آرزو ہوتی ہے علوم اسلامی کے محققین درس خارج سے فراغت کے بعد اصول یا فقہ کی تحقیق میں خود آزمائی کرتے ہیں ان میں سے بعض کسی اصول یا فقہ کی کتاب کی شرح لکھ کر اپنے علمی نظریات پیش کرتے ہیں اور اس طرح تحصیل علم کی فراغت کے طور پر رسالہ عملیہ توضیح المسائل لکھتے ہیں یہ مجتہد کا اولین کام ہے کاشف الغطاء نے آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی کی کتاب عروۃ الوثقیٰ ۔ کہ مجتہدین سب سے پہلے اسی کتاب پر حاشیہ لگاتے ہیں ۔ کی شرح لکھی ۵۱ آپ کے بعد بہت سے مجتہدین نے اس کتاب کی شرح لکھ کر اپنی اجتہادی صلاحیت کو آزمایا ہے ۔ چنانچہ آج شیعہ مراجع کی دسیوں شرحیں اس کتاب پر موجود ہیں امام خمینیؒ نے بھی اپنے نظریات اسی کتاب پر لکھے ہیں لیکن جب امام خمینیؒ کو یہ اطلاع ملی کہ کاشف الغطاء نے اس کتاب پر شرح لکھی ہے تو اسے

زیور طبع سے آراستہ کرنے کا عزم کیا لیکن مشکلات کی وجہ سے نہیں چھپ سکی [52] کاشف الغطا کی عروہ کی شرح چار جلدوں پر مشتمل ہے اگر چھپ جائے تو مستمسک العروۃ کے برابر ہو گی [53]

تصوّر کائنات

آب کم جو تشنگی آور بدست ۔۔۔ تا بجوشد آبت از بالا و پست [54]

کاشف الغطا برسوں چشمۂ زلال کی تلاش میں سرگرداں رہے تاکہ تشنگی انہیں آزار نہ پہنچائے بلکہ وہ بقول مولوی پانی کی تلاش میں نہیں تھے وہ تشنگی کا نشان ڈھونڈ رہے تھے علم وحکمت کے پیاسے تھے وہ ایک علم پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے تھے، ان کی نگاہ معاشرہ کی ضرورت اور اپنے ذوق پر مرکوز تھی چنانچہ وہ ہر اس قلعۂ علم کے نزدیک خیمہ زن ہوئے جو مفید تھا۔

تشنہ می نالد کہ کو آب گوار ۔۔۔ آب می گوید کہ کو آن آب خوار [55]

پیاسا خوشگوار پانی کی تلاش میں رہتا ہے۔ پانی پیاسے کو ڈھونڈتا ہے۔

کاشف الغطا نے سوئے ہوئے ضمیروں کو بیدار کرنے کا عزم بالجزم کر رکھا تھا انہوں نے اسلامی تصور کائنات کے موضوع پر ایک کتاب لکھ کر لوگوں کو اصول دین سے آشنا کیا کتاب کی ابتداء میں آپ نے اہم سوال قائم کیا کہ: انسانوں نے خدا کو کیوں فراموش کر دیا؟ اس کے بعد مثال کے ذریعہ جواب دیا ہے: فرماتے ہیں! دریا کی مچھلیاں اپنے رہبر کے پاس گئیں اور کہا ہم نے سنا ہے کہ ایک جگہ ڈھیر سارا پانی جمع ہے جس سے ہماری زندگی وابستہ ہے بتائیے وہ پانی کہاں ہے مچھلیوں کے بادشاہ نے کہا: تم بھی مجھے پانی کے علاوہ دوسری چیز کا پتہ بتاؤ:

تاکہ میں بھی تمہیں اس پانی کا پتہ بتاؤں : خدا کا جلوہ ہم میں اور سارے جہاں میں ہے، ہر جگہ اس کی نشانیاں موجود ہیں لیکن ہم کبھی اس کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں۔

اسی ضمن میں لکھتے ہیں ! خدا کے بعض وہ پاک بندے جو صرف اسی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور ان کا ہر کام خدا ہی کے لئے ہوتا ہے وہ ایسے بلند مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ خداوند عالم فرماتا ہے : میں ان کے کان ، آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہوں، حدیث کے معنی کی مزید وضاحت کے لئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں ، ماں جب اپنے بچہ کو گود میں لیتی ہے اور راستہ طے کرتی ہے تو اس وقت وہی بچہ کے پیر ہوتی ہے اور بچہ کے ہر کام کو اپنے ہاتھ سے انجام دیتی ہے گویا وہی بچہ کے ہاتھ ہے اگر بچہ سے کوئی شخص احوال پرسی کرتا ہے تو بچہ اس کا جواب نہیں دیتا ہے تو ماں جواب دیتی ہے ماں اس وقت بچہ کی زبان ہے مفہوم حدیث کو سمجھنے کے لئے یہ مثال اچھی ہے ورنہ یہ کہنا چاہیئے ۔

اے برون از وہم وقال وقیل من خاک بر فرق من وتمثیل من

ایسے بلند و بالا مقام پر انبیا و ائمہ معصومین علیہم السلام فائز ہیں لوگوں کو خدا کے سامنے سراپا تسلیم ہو جانا چاہیئے اور اس کے احکام کی پیروی کرنا چاہیئے تاکہ عنداللہ بلند و بالا مقام پر پہنچ جائیں۔

یکی درد و یکی درمان پسندد یکی وصل و یکی ہجران پسندد

من از درمان و درد و وصل و ہجران پسندم آنچہ را جانان پسندد

ایک نے درد اور ایک نے علاج پسند کیا ایک نے وصل اور دوسرے نے فراق پسند کیا۔

میں نے وصل و ہجر اور درد و علاج پسند کیا جو کہ محبوب کو پسند ہے ۔

انسانوں کو پیغمبروں کی ضرورت کو کاشف الغطا اس طرح بیان کرتے ہیں

۱۔ انسان کو بہت سے سوالات کے جواب نہیں ملتے ہیں، علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہماری علمی احتیاج بھی اس دنیا کی بہ نسبت جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں ،۔ آخرت سے قطع نظر۔ بڑھتی چلی جائے گی۔ ایک مغربی فلسفی کہتا ہے، ہمارے علم کا آخری درجہ یہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم بہت سی چیزوں کو نہیں جانتے۔

۲۔ انسان کائنات میں رونما ہونے والے بہت سے حوادث سے بے خبر ہے لیکن اگر وہ خود کو اور اپنی طاقت کو پہچان لے تو اس جگہ پہنچے گا جس مقام سے فرشتے بھی غبطہ کریں گے۔

کمتر از ذرہ نہ ای چرخ بزن مہر بورز
تا بہ خلوت گہہ خورشید رسی چرخ زنان

۳۔ اگر انسان اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہتا ہے تو اس کے لئے راہنما ناگزیر ہے اور چونکہ انسان تمام سوالات کے جواب نہیں جانتا ہے اور ہستی کے راز و رموز سے آگاہ نہیں ہے اس لئے انھیں اپنی صحیح تربیت اور بلند ترین کمالات پر پہنچنے کے لئے ایسی ذات سے مدد لینی چاہیئے جو کہ ہستی تمام مجہولات کا علم رکھتی ہو اور دنیا کا پیدا کرنے والا صرف خدا ہے اور ایسا علم صرف اسی کے پاس ہے۔ بشر کی راہنمائی کے لئے خدا نے پیغمبر بھیجے ہیں، تاکہ وہ انھیں سعادت و کامیابی کا راستہ بتائیں۔

انبیاء اور ائمہ علیہم کو معصوم ہونا چاہیئے۔ یعنی ہر گناہ و بھول چوک سے پاک ہونا چاہیئے یہ کیسے ممکن ہے کہ قبلۂ قلوب، آرزوے کعبہ اور تکامل بشر کے قافلہ سالار خطاکار ہو؟! اور اگر خطا کار ہوں گے تو کوئی بھی ان پر اعتماد نہیں کرے گا اگر وہ بھی گناہگار ہوں گے ان سے بھی اشتباہ ہوگا تو وہ سعادت تک رسائی کے سلسلہ میں

کیسے انسانوں کی راہنمائی کر سکیں گے؟!

ذات نا یافتہ از ہستی بخش کے تواند کہ شود ہستی بخش،
خشک ابری کہ بود ز آب تہی نا ید از وی صفت ابد ہی

جو خود ہی وجود نہ رکھتا ہو وہ دوسروں کو کیا وجود دے سکتا ہے۔

وہ گرجنے والے بادل جن میں پانی کی بوند نہ ہو وہ بارش نہیں برسا سکتے۔

کاشف الغطا معجزہ کے سلسلہ میں اسلامی فیلسوف غزالی اور ابن رشد عربی کا نظریہ بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد پیغمبروں کے معجزہ کے سلسلہ میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں۔ معجزہ کے معنیٰ نظام طبیعت کو درہم و برہم کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ چونکہ مادہ خدا کی مخلوق ہے اس لئے اس کا خالق ہی اس کے نظام میں تغیر لا سکتا ہے، پیغمبروں کا معجزہ قانون علیت کے خلاف نہیں ہے ہر مخلوق کا کوئی خالق ہے، خداوند عالم نے کائنات کو اس زاویہ پر پیدا کیا ہے کہ آگ جلاتی ہے لیکن مانع کے وجود، کپڑے کا تر ہونے کی بنا پر نہیں جلا سکتی مثلاً اگر تر کپڑے کے نیچے شمع رکھدیں تو کپڑا آگ نہیں پکڑے گا۔ کبھی خداوند عالم ایسا طریقہ استعمال کرتا ہے کہ جس کو آج کے انسان بھی سمجھنے سے قاصر ہیں، آگ سے جلانے کی صلاحیت سلب کر لیتا ہے، اس ٹکنالوجی اور فضائی تسخیر کے زمانہ میں بھی بہت سی علتیں ہمارے لئے مجہول ہیں،

بشر کے لئے ہمیشہ دینی منصوبہ اور پروگرام موجود رہا ہے انسانوں پر ایسا کوئی زمانہ نہیں گزرا ہے کہ جس میں روئے زمین پر راہنمائی کے لئے کوئی آسمانی نبی مبعوث نہ ہوا ہو، تمام آسمانی مذاہب ایک پیکر ہیں اگرچہ انسانوں کی عقل و آگاہی میں ترقی کی بنا پر پہلے سے کامل ترین دین آتا تھا اور اسلام آخری آسمانی دین ہے، جو کہ

انسانوں کی زندگی کے لئے بلندترین پروگرام کا تحفہ لایا ہے۔

بہت ہی افسوس کا مقام ہے کہ آسمانی مذاہب کے ماننے والوں کو بجائے اس کے کہ چند پیکروں میں روح کی طرح متحد ہونا چاہئے تھا وہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں،

کاشف الغطا کتاب کے آخر میں حضرت محمدؐ کی نبوت اور آپؐ کے عظیم معجزہ قرآن کی طرف متوجہ ہوئے ہیں[56]

کتاب "الدِّینُ وَالاِسلَامُ" کہ جس کا کچھ ترجمہ ہم نے تشنگان علم کی خدمت میں پیش کیا ہے، ۱۳۲۹ھ ق میں لکھی گئی تھی جو کہ چار جلدوں پر مشتمل تھی[57] کاشف الغطا شاید (کتاب کی طباعت کے لئے) نجف سے بغداد تشریف لے گئے[58] ایک سال بعد وہ ایک کتاب چھپوانے میں کامیاب ہوئے لیکن بغداد کے اہل سنت کے مفتی شیخ سعید زہادی اور مجلۂ لغۃ العرب کے مدیر انستاس کرملی نے مل کر بغداد کے حکمراں ناظم پاشا کے سامنے برائی کی اور کتاب کو ممنوع الاشاعت قرار دینے کی درخواست کی اور پریس سے اس کی بقیہ جلدیں نکلنے سے رکوا دیں۔

کاشف الغطا کو آسمانی مذاہب کے ماننے والوں کی تفرقہ بازی پر افسوس تھا وہ تمام توحید کے قائلوں کو اتحاد کی دعوت دیتے تھے لیکن ان کے ہم عقیدہ مسلمانوں کو ان سے عداوت تھی اسی لئے ان کی کتاب کو زیور طبع سے آراستہ نہ ہونے دیا۔

یمن دوست

"شیعہ ایک چھوٹا سا گروہ تھا، اب دنیا میں کسی شیعہ کا وجود نہیں ہے" یہ باتیں کسی ایسے بے خبر اور ناآگاہ انسان کی نہیں ہیں اور نہ ہی ایسے شخص کے کلمات ہیں جو تہذیب و ثقافت سے دور تجربات کے لئے جنگلوں میں زندگی گزارتا ہے آپ تعجب نہ کیجئے یہ جملے جرجی زیدان۔ متوفی ۱۹۱۴ء۔ صاحب لغت العربیہ کے ہیں[61]

یہ کیسے ممکن ہے بہت سی کتابوں کا مؤلف ایسے جملے لکھے۔ تاریخ ادبیات عرب پر چار جلدیں لکھنے والا ایسی پوچ باتیں لکھتا ہے اور حق کو پامال کرتا ہے۔

تین دوست آپس میں یہ قسم کھاتے ہیں کہ وہ شیعیت اور تشیع کی پر محتوی ثقافت کو واضح کریں گے اگرچہ طول تاریخ میں شیعہ دانشور اور صاحبان قلم ہمیشہ اپنے افکار و نظریات بیان کرتے رہے ہیں مگر افسوس! کہ بہت سے لوگوں کو ہزاروں شیعہ صاحبان قلم کی لکھی ہوئی کتابیں، شیعہ دانشور اور ان کے رہبروں کی خدمات نظر نہیں آتی ہیں اور اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ایران و عراق میں بسنے والے لاکھوں شیعہ دکھائی نہیں دیتے ہیں اگر ہم اس بات کو تسلیم کرلیں کہ جرجی زیدان کو چودہ سو سال کی مدت میں لکھی گئیں شیعہ تصنیفات و تالیفات کا علم نہیں تھا اور وہ شیعہ دانشوروں کی خدمات سے بالکل بے خبر تھے، تو کوئی بھی منصف مزاج انسان جرجی زیدان کی بات کو قبول نہیں کرے گا۔ ہم اس بات کو کیسے تسلیم کرلیں کہ اس نے جغرافیائی نقشہ ہی سے شیعوں کو اڑا دیا ہے۔

کاشف الغطا اپنے دو دیرینہ دوست آیت اللہ سید حسن صدر (متوفی ۱۳۵۴ھ ق) اور آیت اللہ شیخ آقا بزرگ تہرانی (متوفی ۱۳۸۹ھ ق) کے اتفاق سے جرجی زیدان کا جواب دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

یہ طے پایا کہ سید حسن علوم اسلامی میں شیعوں کے کردار کی تحقیق کریں۔ انہوں نے بحسن و خوبی اس کام کو انجام دیا اور برسوں کی تحقیق کے بعد "تاسیس الشیعة لعلوم الاسلام" ایسی گرانقدر کتاب تالیف کی جو کہ ۱۳۷۰ھ ق میں طبع ہوئی[61]

شیخ آقا بزرگ تہرانی جو کہ ۱۳۲۰ھ ق سے کاشف الغطا سے علامہ میرزا حسین نوری کے درس سے آشنا تھے اور ان کی دوستی کو پچاس سال سے زیادہ مدت ہوگئی تھی[62] انہوں نے یہ عہد کیا میں شیعہ تالیفات و تصنیفات کی فہرست

مرتب کروں گا[۶۳] چنانچہ انہوں نے عمومی و خصوصی کتب خانوں میں جا کر برسوں کے بعد "الذریعۃ الیٰ تصانیف الشیعہ" تحریر کی جو کہ ۱۳۵۵ھ ق میں عراق میں طبع ہوئی۔

اس کتاب کی دوسری جلدوں کی طباعت کا کام تہران میں بھی شروع ہوا اور مذکورہ کتاب کی ۲۹ جلدیں وجود میں آگئیں۔ مصنف نے اس کتاب میں شیعہ صاحبان قلم کی تحریر کردہ ۵۰،۰۰۰ سے زائد کتابوں اور مقالوں کے نام مع ان کی خصوصیات درج کئے ہیں[۶۴]

جی ہاں صرف شیخ آقا بزرگ تہرانی نے اس زمانہ میں کہ جب وسائل نقلیہ میں گھوڑے اور خچر ہی تھے اور راہیں بھی سنگلاخ اور غیر مامون تھیں نیز کتب خانوں میں موضوعات و مولفین اور کتابوں کی ترتیب کا جدید شیوہ نہیں تھا اس وقت موصوف نے دسیوں سال میں دنیا کے سامنے شیعوں کی ۵۰،۰۰۰ علمی کتابیں پیش کیں، کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ ایک صاحب قلم اور جرجی زیدان ایسے مشہور تاریخ شناس کو بھی شیعوں کی ان بڑے کتابوں سے بھی واقفیت نہ تھی، تو پھر یہ کیسے لکھ دیا کہ شیعوں کے تو قابل اعتناء آثار نہیں ہیں؟ شیعہ صاحبان قلم نے ڈاکٹری، فزکس، جبر و مثلثا سے لے کر ادبیات عربی، تاریخ جغرافیہ، فقہ، اصول فقہ اور تفسیر کے علاوہ دوسرے موضوعات پر بھی بہت سی گرانقدر کتابیں یادگار چھوڑی ہیں ابن سینا وفارابی، رازی و ..... کے علمی نظریات یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائے جاتے ہیں پس اس مورخ شہیر نے کیسے لکھ دیا کہ شیعوں کے قابل اعتناء آثار نہیں ہیں!

علامہ کاشف الغطا کے ذمہ جرجی زیدان کی کتاب "تاریخ آداب اللغۃ" پر تنقید و تجزیہ کا کام کیا گیا انہوں نے اس پر علمی تنقید کی اور اس کی غلطیوں حتیٰ کہ املا تک کی غلطیوں کی نشاندہی کی، کاشف الغطا نے اس سے انتقام نہیں لیا کہ وہ شاگرد

قرآن تھے "لاتبخسوا الناس اشیاء ھم" لوگوں کی چیزوں کو بے وقعت نہ سمجھو، چنانچہ موصوف نے تاریخ ادبیات عرب لکھنے والے کی کوشش وجانفشانی کی تعریف کی ۶۵ چکی" کو سخت چیز دی جاتی ہے وہ نرم دیتی ہے، انہوں نے لقمان کی طرح بے ادبوں سے ادب سیکھا اور اس کے اشتباہات کی تکرار نہ کی "تاریخ آداب اللغۃ" پر کاشف الغطا کی تنقید دوسری بار بوئنیس آئرس ارجنٹائن میں چھپی اور جرجی زیدان کے اشتباہات کو کاشف الغطا نے دنیا کے دانشوروں تک پہنچادیا چنانچہ کششیش انطاس مارکرلی نے جو جرجی زیدان کی تاریخ آداب اللغۃ پر تنقید لکھی ہے اس میں کاشف الغطا کی تنقید سے استفادہ کیا ہے لیکن ان کا نام نہیں لکھا ہے ۶۶

آشنا کے نقش قدم

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس آخری صدی میں تحریکات اصلاحی کی سلسلہ جنبانی کرنے والے سید جمال الدین اسد آبادی تھے سید جمال الدین کی تحریک فکری بھی تھی اور اجتماعی بھی۔ انہوں نے ایک شہر، ایک ملک بلکہ ایک بڑے اعظم کو مد نظر نہیں رکھا، ہر چند انہوں نے ایک ملک میں وقت گزارا انہوں نے ایشیاء، افریقہ کے ملکوں کو نظر انداز کیا ... تحرک کے نتیجہ میں سید جمال الدین نے اپنے زمانہ کو بھی، اپنی دنیا کو بھی اور اسلامی ممالک کے المیے کو بھی پہچان لیا تھا، انہوں نے اسلامی ممالک کے المیہ کا سبب داخلی استبداد اور خارجی استعمار کو تشخیص کیا اور ان دونوں سے سخت مبارزہ کیا آخر کار اس سلسلہ میں اپنی جان تک دے دی وہ ان کینسر کے دو پھوڑوں سے نمٹنے کے لئے سیاست میں مسلمانوں کی سیاسی آگہی اور فعالیت کو واجب وضروری جانتے تھے اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بازیابی کے لئے ... اسلام کی طرف بازگشت ... مسلمانوں کے مردہ قالب کے لئے حیات بخش سمجھتے تھے مسلمانوں کا اتحاد

ان کی دلی تمنا تھی ۶۷

سید جمال الدین نے مقالۂ ''اسطورہ'' میں جو کہ روزنامہ عروۃ الوثقیٰ میں چھپا تھا لکھا تھا :

> استخر شہر کے باہر ایک عبادت گاہ تھی مسافرین رات کے وقت تاریکی سے خوف کے مارے اس میں پناہ لیتے تھے، لیکن جو بھی اس میں جاتا تھا وہ پُراسرار طریقہ سے مرجاتا تھا، رفتہ رفتہ سارے مسافرین اس عبادت گاہ سے خوف کھانے لگے چنانچہ وہاں شب بسر کرنے کے لئے کوئی بھی نہیں سوچتا تھا یہاں تک کہ ایک شخص جو اپنی زندگی سے عاجز آچکا تھا لیکن ٹھوس ارادہ کا حامل تھا، اس عبادت گاہ میں گیا، تو ہر گوشہ و کنار سے ڈراؤنی اور سنسنی خیز آوازیں آنے لگیں تاکہ وہ مرجائے لیکن ان آوازوں سے وہ ہراساں نہ ہوا اور چیخ کر بولا، جو کوئی بھی ہے وہ سامنے آجائے میں بھی زندگی سے عاجز آچکا ہوں۔ اس آواز سے یکبارگی دھماکہ کی سی آواز آئی اور عبادت گاہ کا طلسم ٹوٹ گیا اور عبادت گاہ کی دیواروں کا خزانہ اس شخص کے قدموں میں آکر ڈھیر ہوگیا اس طرح اس بات کا راز منکشف ہوگیا کہ مسافرین کی موت خیالی خوف کی بنا پر ہوتی تھی ... برطانیہ ایک ایسی ہی عبادت گاہ ہے گمراہ لوگ سیاسی تاریکی سے ڈرتے ہیں اور اس کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور ہراس انگیز خیالات انھیں مار ڈالتے ہیں ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی زندگی سے مایوس لیکن باہمت شخص

اس عبادت گاہ میں نہ پہنچ جائے اور وہاں یکایک مایوسی
کا نعرہ بلند کرے کہ جس سے دیواریں شگافتہ ہو جائیں عظیم
طلسم ٹوٹ جائے ۶۸

شہید مطہری کہتے ہیں : بے شک وہ شخص خود سید جمال تھے اور یہ داستان مولوی معنوی کی داستان، مسجد مہمان کش سے ماخوذ ہے سید جمال الدین غیر مسلم ملک (فرانس) میں اس داستان کو مسجد کے نام سے نہیں بیان کرنا چاہتے تھے ۶۹

کاشف الغطا کے والد جس زمانہ میں نجف میں تھے اس وقت وہ سید جمال الدین کے خیالات سے واقف تھے اور جب استنبول میں زندگی گزار رہے تھے تو سید جمال کے ہمراہ تھے ۷۰ ممکن ہے کاشف الغطا اس طرح سید جمال کے خیالات سے آگاہ ہوئے ہوں بہر حال وہ اس کے بعد اسی طرح اپنے آشنا کے عاشق ہو گئے جس طرح مولوی شمس کے ہو گئے تھے اور بیابانوں میں نکل گئے تھے، انہوں نے بھی اسلامی ممالک میں آشنا کے نقش قدم پر چلنے اور اس تحریک کو چلانے کا فیصلہ کیا جو ان کی شہادت کے بعد موقوف ہو گئی تھی یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ جن شیعہ دانشوروں نے سیّد جمال کے بعد ان کی راہ کو اپنایا ہے ان میں سے ایک کاشف الغطا بھی ہیں ۔

کامیاب سفر

کاشف الغطا نے رخت سفر باندھا احباب و شاگردوں کو خدا حافظ کہا والد اور اساتذہ آخوند خراسانی علامہ میرزا حسین نوری کی قبر پر گئے اور فاتحہ پڑھا اور ان سے وداع ہو کر اسلامی ممالک کے سفر کے لئے تیار ہوئے ۔

پہلے حجاز گئے اور مراسم حج بجالانے کے بعد حجاز کے سُنّی علماء سے ملاقات و گفتگو کی اور انھیں اتحاد کی دعوت دی ۷۱ اور سفر میں اپنا سفر نامہ حج بنام نزھة السمر

و نهزة السفر تحریر کیا۔[2]

اس کے بعد شام تشریف لے گئے اور وہاں سے لبنان چلے گئے اور ہر شہر میں کچھ دن قیام کیا اور علماء و عوام سے ملاقات کی[3] اور انھیں استعمار کے سربستہ راز و منصوبہ سے آگاہ کیا وہ جہاں بھی گئے اتحاد و آشتی کا قاصد بن کے گئے تقریر اور لوگوں کو حقیقی اسلام سے آگاہ کیا کاشف الغطا نے یہ سفر اس زمانہ میں کئے تھے جس میں عثمانی بادشاہت کا شیرازہ بکھر رہا تھا اور چھوٹے چھوٹے خود مختار ملک بن رہے تھے۔

عثمانی شہنشاہیت کی، ترکی، عراق، حجاز، مصر، شام، لبنان، خلیجی ممالک (کویت، بحرین ... جو کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد خود مختار ہو گئی تھیں) اور مسلمان نشین علاقوں پر حکومت تھی، عثمانی اسلامی حکومت کو سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا برطانیہ ہمیشہ اس عظیم حکومت کو سرنگو کرنے کی فکر میں رہتا تھا چنانچہ پہلی جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۸ئ میں اس نے عراق مصر شام وغیرہ سے خود مختاری دلانے کا جھوٹا وعدہ کیا اور انھیں حکومت کے خلاف شورش برپا کرنے پر اکسایا حکومتِ عثمان جنگ میں شکست کھانے کی وجہ سے کمزور ہو چکی تھی چنانچہ رفتہ رفتہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔

کاشف الغطا نے لبنان میں "الدّین والاسلام" کی دوسری جلد کو چھپوایا اس کی تیسری اور چوتھی جلد بھی چھپ گئی ہے۔ "الدّین والاسلام" کی پہلی و دوسری جلد کا دوسرا ایڈیشن ایران میں چھپا ہے کاشف الغطا نے اپنی کتابوں کی طباعت کے علاوہ عرب کے صاحبان قلم کی ادبی کتابوں کو چھپوانے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے اور ان کتابوں کی طباعت کے ساتھ ان کتابوں کے بارے میں اپنے نظریات بھی چھپوائے ہیں[6]

لبنان میں کاشف الغطا کی ثقافتی فعالیت میں سے ایک شیعہ سنّی علماء سے ملاقات بھی تھی چنانچہ انہوں نے علاّمہ سید محسن امین مرجع تقلید صاحب اعیان الشیعہ سے گفتگو کی[7]

کاشف الغطا نے مسیحی فیلسوف کی ملوک العرب اور امین ریحانی کی ملّی لبنان پر تنقید کی اور ان کے قوی وضعیف نقاط کو بیان کیا آپ کی یہ تنقید مجلّۂ النجف میں شائع ہوئی تھی ۸۱، ریحانی نے موقع غنیمت سمجھا اور آپ سے علمی گفتگو کی متعدد بار دونوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کی اور علمی مباحثے کئے وہ تھوڑے عرصہ کے بعد ایک دوسرے کے ساتھ نشست وبرخاست نہیں کر سکے چنانچہ گزشتہ بحثوں کو خط وکتابت کے ذریعہ جاری رکھا دونوں کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا۔

کاشف الغطا نے ان باتوں کو جو کہ ان کے اور ریحانی کے درمیان ہوئی تھیں کتاب "النّقود والرّدود" یا "المطالعات والمراجعات" میں جمع کر دیا ہے اور ۱۳۳۱ھ ق میں بیروت سے دو جلدوں میں شائع کیا ۸۲ اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن نے ارجنٹائن میں بہت سے مطالعہ کرنے والوں کو اپنا شائق بنایا، عین المیزان کاشف الغطا کی تالیف ہے جو کہ جمال الدین قاسمی[۸۳] کی "میزان الجرح والتعدیل" پر ایک تنقیدی مقالہ ہے یہ مقالہ مجلّۂ للنار کے گیارہویں شمارہ میں چھپا تھا[۸۳]، النّقود والرّدود[۸۳] کے آخر میں مرقوم ہے کہ "عین المیزان"۔ العرفان کے آخری شمارہ میں شائع ہوئی ہے، یہ رسالہ ۱۳۶۸ھ ق میں دوبارہ نجف سے بھی شائع ہوا ہے ۸۴

کاشف الغطا نے کتاب "النّقود والرّدود" جو کہ المراجعات الریحانیہ کے نام سے بھی مشہور ہے معروف لغت شناس مدیر مجلّۂ لغۃ العرب انستاس کرملی سے علمی جنگ کی اور اس کتاب کی پہلی جلد میں صاحب "تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ" جرجی زیدان کے افکار کو نشانہ بنایا اور ردونوں میں کامیابی حاصل کی چنانچہ اس کے اور اس زمانہ کے بہت سے صاحبان قلم کے ادبی وتاریخی اشتباہات سے پردہ ہٹایا اور ان کی غلط باتوں کو سب پر عیاں کر دیا ۸۵

ایک روز ریحانی کاشف الغطا سے ملاقات کے لئے آیا اور ان کاغذوں پر ایک

نظر ڈالی جو کاشف الغطا کے سامنے رکھے ہوئے تھے وہاں بیٹھنے والوں میں سے ایک سے پوچھا: یہ کس سلسلہ کی تحریر ہے؟ کہا: یہ رسالہ کا اصل مسودہ ہے جو کہ کاشف الغطا نے نماز، روزہ اور شرعی احکام کے سلسلہ میں لکھا ہے، ریحانی نے کاشف الغطا کی طرف ایک نظر دیکھا اور کہا: آپ اس کام کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں بلکہ آپ کی عظمت اس سے کہیں زیادہ ہے آیئے ماضی کی طرح معاشرہ کی اصلاح کا کام شروع کریں[86] دوستوں میں کاشف الغطا کی میری نظروں میں سب سے زیادہ اہمیت تھی، مگر افسوس کہ دین نے ہماری دوستی کا رشتہ منقطع کر دیا! کاشف الغطا سے رخصت ہوتے وقت یہ ریحانی کے آخری جملے تھے، ریحانی عراق میں ایک منفور و منحوس چہرہ تھا عراق کے بعض اشخاص اسے بے دین سمجھتے تھے اور ایک گروہ اسے برطانیہ کا پٹھو خیال کرتا تھا کاشف الغطا لبنان میں چند ماہ رہے اور بہت سے شہروں کا دورہ کیا، تقریریں کیں وہاں صاحبان قلم، علما اور لبنان کے مسلمانوں اور مسیحیوں کی سیاسی و مذہبی شخصیتوں سے ملاقات کی۔

کاشف الغطا نے لبنان میں شادی کی،[87] ان کو اہل و عیال کے اخراجات کی ذمہ داری کا احساس بھی ہونے لگا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے مصر چلے گئے[88] مصر دنیائے عرب کا دل ہے اور جامعہ ازہر اس دل کی دھڑکن ہے، جامعہ ازہر دنیائے اہل سنن کا بہت بڑا دار العلوم ہے کہ جس نے بہت سے علماء کو جنم دیا ہے جامعہ ازہر کے وائس چانسلر اور اساتذہ نے کاشف الغطا کی علمی شہرت سنی تھی چنانچہ تہہ دل سے انھیں قبول کیا۔ سید جمال الدین اسد آبادی اور آیت اللہ سید عبد الحسین شرف الدین برسوں پہلے جامعہ ازہر میں درس دے چکے تھے اس طرح جامعہ ازہر کے اساتذہ شیعہ علماء سے واقف تھے، کاشف الغطا نے طلبہ کے ساتھ کلاس میں سنی اساتذہ کا لکچر سنا تھا۔ طلبہ رفتہ رفتہ ان کے علم و اخلاق

کے گرویدہ ہو گئے کاشف الغطا جب بھی اساتذہ وطلبہ سے کسی اسلامی مسئلہ پر گفتگو کرتے تو ان کی قدرت بیان اور عقل دلوں کو مسخر کر لیتی تھی۔ طلبہ نے ان سے یہ خواہش کی کہ انھیں فقہ و علم بلاغت کی تعلیم دیں چنانچہ آپ نے قبول کر لیا اور درس دینے لگے۸۹ کاشف الغطا بے کار نہیں بیٹھے کبھی بھی وقت برباد نہیں کیا، اپنی عمر کو رائگاں نہ جانے دیا وہ اس راستہ پر گامزن ہو چکے تھے جس پر گامزن ہو کر برسوں پہلے سید جمال الدین اسد آبادی نے، ملّت، طلبہ، اساتذہ، صاحبان قلم، علماء اور شاعروں کو سرمست کر دیا تھا، سید جمال الدین نے اپنی ایک تقریر میں، مسلمانوں کے درمیان تفرقہ واختلاف اور اسلامی ممالک میں استعمار کے اثر و نفوذ کے بارے میں اپنے سحر آمیز بیان سے لوگوں کو رُلا دیا، اب سید جمال الدین کے پیغام کو پہنچانے کی ذمہ داری محمد حسین کے دوش پر تھی، انہوں نے مصر کے اہل سنت سے گفتگو کی تا کہ اسلامی ممالک کو استعمار کے چنگل سے نجات دلائیں۔

کاشف الغطا نے اپنے اسلامی ممالک کے سفر کے دوران بہت سے شہروں کا دورہ کیا اور علمی وثقافتی مراکز کا معائنہ کیا، وہ قوم کی تہذیب وثقافت کو دیکھتے اور استعمار کے نفوذ کا راستہ سمجھ لیتے تھے، مصر کے کلیساؤں ٹریننگ سینٹروں، مدارس اور اسپتالوں میں گئے اور وہاں اپنی آنکھوں سے مسیحیت کے ارتقاء کو مشاہدہ کیا، یہ وحشتناک تھا مصر وہ ملک تھا کہ جہاں مسیحیت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا لیکن مسیحی مذہب والے جو کہ افریقی ممالک کو پیچھے چھوڑ آئے تھے مصر پہنچ گئے اور جوانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے وہاں، اسپتال، میڈیکل کالج، یونیورسٹی، مدارس اور ٹریننگ سینٹر کھولنا شروع کر دیئے اور موقع کے منتظر رہے۔

کاشف الغطا کلیسا تشریف لے گئے لوگ دیکھتے رہ گئے! کیونکہ ایک مسلمان عالم کو انہوں نے پہلی بار کلیسا میں آتے دیکھا تھا پوپ نے اپنی تقریر کے ضمن میں پیغمبرؐ

اور قرآن و اسلام پر تہمت لگائی تو کاشف الغطا خاموش نہ رہ سکے اور پوپ کی باتوں کا دندان شکن جواب دیا لیکن پوپ نے اس کے بعد بھی یاوہ گوئی کی۔

کاشف الغطا نے پوپ کی تقریر کے بعد اسٹیج پر جا کر اس کی تمام افتراپردازیوں کا جواب دیا اور فرمایا: کیا ایک تین کے مساوی ہے؟! سارے مسیحیوں کے سر جھک گئے! کسی نے کوئی جواب نہ دیا، یہ کیسے ممکن ہے خدا ایک بھی ہو اور تین بھی؟! اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کیا حضرت مسیح کو دار پر چڑھایا گیا؟ کیا انہوں نے نہیں فرمایا تھا جو بھی لکڑی کی دار پر چڑھایا جائے ملعون ہے۔ اس پر بھی مجمع پر خاموشی طاری رہی وہ جواب کیا دے سکتے تھے کیا حضرت عیسیٰ کی یہ باتیں انجیل میں نقل نہیں ہوئی ہیں؟ پس یا وہ اس بات کو قبول کریں کہ ان کی آسمانی کتاب انجیل میں تحریف ہوئی ہے یا یہ تسلیم کریں کہ حضرت عیسیٰؑ کو دار پر نہیں چڑھایا گیا ہے۔ اگرچہ دونوں باتیں حقیقت ہیں لیکن اندھا تعصب ہمیشہ حقیقت قبول کرنے میں مانع ہوتا ہے۔

کاشف الغطا آفتاب کی مانند نور افشانی کر رہے تھے، ان کے سامنے حقیقی اسلام بیان کر رہے تھے، وہ اسلام نہیں جو ان کے پوپ بیان کرتے ہیں، لیکن چمگادڑوں میں نورِ آفتاب دیکھنے کی تاب نہیں ہوتی ہے لہذا انہوں نے کلیسا کا چراغ گل کر دیا اور دسیوں افراد اندھیرے میں ان پر ٹوٹ پڑے اور بہت مارا[90] کاشف الغطاء لہولہان کلیسا سے باہر نکلے، جن لوگوں کے پاس منطق نہیں ہوتی وہ عقل کی بجائے طاقت سے کام لیتے ہیں۔

کاشف الغطا نے "التوضیح فی بیان ما ھو الانجیل و من ھو المسیح" نامی دو جلد میں کتاب لکھی اور اس میں ان چیزوں کو بیان کیا جو کہ انجیل اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں مسیحیوں نے گڑھ لی ہیں، اس کتاب کی پہلی جلد ۱۳۳۱ھ ق صیدا میں اور دوسری جلد ۱۳۴۶ھ ق میں بغداد میں شائع ہوئی[91]

سید ہادی خسرو شاہی نے ۱۳۲۹ھ ق میں جلد اول کا فارسی میں خلاصہ کیا تھا جو کہ مشہد میں چھپا تھا نیز ۱۳۳۴ھ ش میں دوسری جلد کا فارسی میں خلاصہ کیا جو کہ تبریز میں چھپا[92]

مختصر یہ کہ ۱۳۴۳ھ ش میں پوری کتاب کو توضیح دربارۂ انجیل و مسیح کے نام سے قم میں چھپوائی، مذکورہ کتاب کا ترجمہ بہت مقبول ہوا اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۳۵۳ھ ش میں شائع ہوا۔

وطن سے دفاع

۱۳۳۲ھ ق اور ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی دنیا جنگ کی آگ میں جل گئی برطانیہ نے عراق کے بہت سے شہروں پر قبضہ جمالیا، عثمانی حکومت شکست کھاتی رہی، کاشف الغطا لبنان میں تھے کہ انہیں اپنے پیارے وطن پر قبضہ ہو جانے کی اطلاع ملی سراسیمگی کی حالت میں رخت سفر باندھا اور تین سال کے بعد عراق روانہ ہوئے ”کوت“ پہنچے دشمن کی فوج عراق کی فوج اور ملّت کے جوانوں کے محاصرہ میں تھی کاشف الغطا نے فوجی لباس پہنا ہاتھ میں بندوق لی اور رزمندگان کے شانہ بشانہ اپنے وطن کی خاک سے دفاع کرنے کے لئے محاذ پر چلے گئے وہ کس طرح درس و مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھ سکتے تھے جب کہ دشمن ان کے ملک کی سرزمین میں بڑھتا ہی چلا آرہا تھا اور ان کے ہزاروں ہموطنوں کو خاک و خون میں ملاتا آرہا تھا۔

شیعہ مراجع تقلید نے جہاد کا فتویٰ دے دیا تھا۔ حوزۂ علمیہ عراق کے بہت سے مجتہدین، اساتذہ اور طلبہ محاذ جنگ پر تھے[95] کاشف الغطا نے اسلامی سرزمین سے دفاع کیا بارہا محاذ پر تشریف لے گئے، عراق کے تپتے ہوئے صحرا میں دشمن سے

جنگ کی ان کے بہت سے احباب شہید اور زخمی ہوئے، انھیں بھی ہمیشہ شہادت کی آرزو رہی، لیکن ان کا پیمانہ حیات ابھی پر نہیں ہوا تھا۔

جنگ نے بہت سے ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ملینوں انسان مارا جا چکا تھا اور ملینوں کی تعداد میں معلول تھے، قوم کے لئے جمہوریاؤں کے صدر اور بادشاہوں کی طرف سے آوارہ وطنی آتش افروزی ہی ہدیہ تھی، بہت سے شہر ویران ہو چکے تھے، گھر تباہ ہو گئے تھے، بچے یتیم اور خاندان لاوارث ہو گئے تھے، جن لوگوں کا خدا سے تعلق نہیں ہوتا وہ سنگدلی کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے۔

استاد کے سوگ میں

فرزانۂ تاریخ آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی صاحب فراش ہو گئے، ہزاروں شاگرد، جو کہ سالہا سال کے درس کا ثمرہ تھے، استاد کی بیماری سے رنجیدہ خاطر تھے آپ کی شفایابی کے لئے سب ہی دعا کرتے تھے تاکہ آپ کے شیریں و پر مغز بیان سے پھر مستفید ہوں، استاد ان کے لئے نمونہ تھے۔ شیعوں کے حوزۂ علمیہ کے اساتذہ خصوصاً فقہ و اصول کے درس خارج کے اساتذہ کے شاگردوں سے بہت ہی مخلصانہ تعلقات ہوتے ہیں وہ شاگردوں کی خوشی سے مسرور اور ان کے غم سے غمگین ہوتے ہیں لوگوں کے ساتھ استاد کی نشست و برخاست سے طلبہ زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھتے ہیں، کاشف الغطا نے بیس سال سے زائد عرصہ میں درس خارج کے کئی دوروں میں شرکت کی تھی۔ محمد حسین اور ان کے بھائی احمد استاد کی نظروں میں بہت عزیز تھے، خصوصاً استاد کی آخری عمر میں ان دونوں بھائیوں کی ان کے گھر آمد و رفت زیادہ ہو گئی تھی، استاد نے انھیں وصیت پورا کرنے کا حکم دیا [۹۸]

محمد حسین استاد کے گھر جا رہے تھے لیکن مغموم تھے، تیزی سے راستہ طے کر رہے تھے، کیا جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے؟ خدا نہ کرے! وہ اس بات کو باور نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے استاد ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو گئے ہیں استاد کے گھر کے نزدیک پہنچے، لوگوں کا جم غفیر تھا، ان کے دل کی حرکت بڑھ گئی۔ رونے کی آواز سنی تو وہ جیسے سکتہ کے عالم میں آ گئے چند قدم اور آگے بڑھے، استاد کے اوپر سفید کپڑا ڈال رکھا تھا، آپ کی خوشبو سے کمرہ بسا ہوا تھا، دیوار پر سر رکھ کر رونے لگے۔

کاشف الغطا استاد کے پاس نشست و برخاست اور ان کے نورانی چہرہ کو یاد کر کے روتے رہے۔ کافی دیر کے بعد اٹھے اور گھر سے باہر نکل گئے گلیوں سے گزر رہے تھے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہاں جا رہے ہیں۔ اچانک قدم رک گئے، حضرت علی علیہ السلام کے روضہ کا طلائی گنبد چمک رہا تھا حرم کے گلدستہ پر ایک نظر ڈالی اور آہستہ سے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْن

مولا ہم تعزیت پیش کرتے ہیں۔ آپ کے فرزند آپ کے پاس پہنچ گئے ہیں،

مولا، ہمیں کس پر چھوڑا ہے؟

پھر زار و قطار رونے لگے،

فصل سوم
مہتاب قدس

فصل سوم

مہتاب قدس

مرجع تقلید

کاشف الغطا نے آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی کی وفات کے بعد اپنے بھائی کے ساتھ استاد کی وصیتوں کو پورا کرنا شروع کیا اور ان کی وصیتوں کو پورا کیا ۹۹ انہوں نے استاد کی ان تحریروں کو کہ جو استاد نے اپنے مقلدوں کو شرعی سوالات کے جواب لکھے تھے انہیں جمع کیا اور ۱۳۴۱ھ ق میں سوال وجواب کے نام سے شائع کیا ۱۰۰

کاشف الغطا قوم کی خواہش پر توضیح المسائل لکھنے میں مشغول ہوئے ۱۰۱ شب و روز قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے لگے تاکہ آیات قرآن اور حدیث رسولؐ و ائمہ سے شرعی احکام کا استخراج کریں، انہوں نے یہ طے کیا کہ علامہ حلی کے تبصرۃ المتعلمین پر حاشیہ لکھیں گے، چنانچہ اس کی شرح لکھ ڈالی اور اپنے فتاوی کو استاد کے نظریات کے ساتھ شائع کر دیا ۱۰۲

رفتہ رفتہ ان کی علمی شہرت عراق کی سرحدوں سے عبور کر گئی، دنیا کے بہت سے علماء ان کے علم و تقوی سے آگاہ تھے انہوں نے لوگوں سے کاشف الغطاء کی تقلید کرنے کے لئے کہا ایشیاء سے ان کے پاس شرعی سوالات آنے لگے چنانچہ ایران، ہندوستان، افغانستان، لبنان اور شام کے بہت سے مسلمانوں نے

آیت اللہ محمد کاظم یزدی کے انتقال کے بعد ان کی تقلید کرلی ۱۰۳ کاشف الغطاء نے اپنے مقلدین کے لئے عربی و فارسی میں "وجیزۃ الاحکام"، لکھی جو کہ مقلدوں کی کثیر تعداد کی بنا پر نجف سے چار بار چھپی ۱۰۴

سوال و جواب ایک کتاب ہے جو کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے ان شرعی سوالات کا مجموعہ ہے جن کے کاشف الغطا نے جواب دیئے تھے یہ بھی عربی و فارسی میں لکھی گئی اور دوبارہ شائع ہوئی ۱۰۵

زاد المقلدین ایک دوسری کتاب کا نام ہے جو کہ کاشف الغطا کے فتوؤں کا مجموعہ ہے یہ بھی عربی و فارسی میں لکھی گئی اور نجف و مشہد میں متعدد بار شائع ہوئی ہے۔ ۱۰۶

ان کے بھائی نے سفینۃ النجاۃ پر حاشیہ لکھا ہے اور شیعوں کے مشہور مراجع تقلید کی تالیف مجمع الرسائل اور عین الحیاۃ پر بھی فارسی میں حاشیہ لکھا، یہ وہ کتابیں ہیں جو کہ کاشف الغطا نے اپنے مقلدین کے سوال کے جواب میں لکھ کر شائع کی تھیں، مناسک حج کاشف الغطا کی دوسری کتاب ہے جو کہ عربی و فارسی میں شائع ہوئی ۱۰۷

ہر سال ان کے مقلدین کی تعداد میں اضافہ ہوتا تھا لہٰذا آپ بھی ان کے لئے فقہی کتاب لکھتے تھے ۱۰۸

مدرسۂ کاشف الغطا

مدرسۂ معتمد میں سو سال سے زیادہ سے طلبہ رہتے چلے آرہے تھے مدرسۂ مذکور کی تولیت و ادارت خاندان کاشف الغطا کے ذمہ تھی، یہ مدرسہ کاشف الغطا کے گھر سے نزدیک تھا، مسجد شیخ طوسی اور خاندان کاشف الغطا کا مقبرہ بھی

نجف اشرف کے محلۂ عمارہ میں واقع تھا مدرسہ کی دیواریں اور چھت خراب ہوتی جارہی تھیں ۔ کاشف الغطا اپنی پوری طاقت کے ساتھ مدرسہ تعمیر کرنے میں مشغول تھے مدرسہ کے کتب خانہ کا نجف اشرف کے بڑے کتب خانوں میں شمار ہوتا تھا' اس میں کمیاب قلمی نسخے بھی تھے [۱۰۹] کاشف الغطا ہر روز مدرسہ آتے تھے اور طلبہ کے تعلیمی امور کی نگرانی کرتے تھے، سیاسی ملاقات بھی اسی مدرسہ میں ہوتی تھی عراق کے بہت سے نمایاں صاحبان قلم و دانشور مسلمان اسی مدرسہ میں آپ سے تبادلۂ خیال کرتے تھے وہ اپنے خطوط زیادہ تر مدرسۂ مذکور ہی میں لکھتے تھے، ان کا مدرسہ آخری عمر تک ان کی سیاسی اور ثقافتی فعالیت کا مرکز رہا ہے۔

کاشف الغطا کے بہت سے شاگرد حضرت علی ۔علیہ السلام۔ کے صحن حرم اور میرزائے شیرازی کے مقبرہ میں آپ کے درسوں میں شرکت کرتے تھے اور درجۂ اجتہاد پر پہنچے تھے، محمد جواد مغنیہ مشہور صاحب قلم و عالم ان کے شاگرد تھے، شہید آیت اللہ قاضی طباطبائی امام جمعہ تبریز ان کے ممتاز ترین شاگرد تھے، [۱۱۰] استاد کو بھی اپنے اس شاگرد سے بے پناہ محبت تھی اگرچہ وہ بعض حالات کی بنا پر ایران واپس آگئے تھے لیکن ہمیشہ اس بات پر افسوس کرتے تھے کہ بہت جلد استاد کی نعمتوں سے محروم ہوگئے شہید قاضی نے اپنے استاد کی بہت سی کتابوں کو تبریز میں شائع کیا [۱۱۱]

آیت اللہ سید محسن حکیم ۔رضوان اللہ علیہ۔ آیت اللہ سید رضی شیرازی اور آیت اللہ سید مرتضیٰ حکمی ذزفولی بھی ان کے شاگرد تھے ۔[۱۱۲]

مدرسۂ معتمد جو کہ مدرسۂ کاشف الغطا کے نام سے مشہور تھا وہ ان مدارس میں سے ایک تھا جو طلبہ کو کفالت نامہ دیتے تھے کاشف الغطا نے اس کام کے لئے بہت کوششیں کیں، حکومت کے ذمہ داروں سے ملاقات کی اور آخر کار تحصیل

علوم اسلامی کی راہ سے ایک بہت بڑی رکاوٹ کو برطرف کر دیا۔ ۱۱۳

قلم کے ذریعہ دفاع

علاّمہ شیخ بزرگ تہرانی نے کاشف الغطا سے اپنی کتاب «الذریعة الی تصانیف الشیعة» پر مقدمہ لکھنے کی خواہش کی، مذکورہ کتاب جناب بزرگ تہرانی صاحب کی ساٹھ سال کی محنتوں کا ثمرہ ہے جوکہ ۲۹ جلدوں پر مشتمل ہے کاشف الغطا نے اپنے دیرینہ دوست کی درخواست کو قبول کرلیا اور ۱۳۴۱ھ میں الذریعہ پر مقدمہ لکھا جوکہ اس کی پہلی جلد میں چھپا۔ ۱۱۴

۱۳۴۴ھ ق میں کاشف الغطا کو ایک اور صدمہ پہنچا، ان کے بھائی احمد جوکہ ان سے ایک سال چھوٹے تھے ۴۹ سال کی عمر میں انتقال کر گئے، بچپن میں احمد ان کے ساتھ کھیلتے تھے نوجوانی اور جوانی کا زمانہ بھی ساتھ گزارا تھا، دونوں ہم کلاس تھے بھائی کی طرح احمد بھی نبوغ واستعداد کے حامل تھے وہ نجف کے ان مراجع میں سے تھے جنھوں نے کتاب بھی لکھی ہے۔ ۱۱۵ ان کی موت بھائی کے لئے ناقابل برداشت صدمہ تھی۔

کاشف الغطا نے فلسفۂ عزاداری امام حسین علیہ السّلام، اور قبر رسولؐ وائمہ علیہم السلام۔ کے سلسلہ میں وہابیت کے زعم اور مادی فلسفہ کے رجحان اور وہابیت وبہائیت کی رد میں «الآیات البیّنات» لکھی جوکہ ۱۳۴۵ھ ق میں شائع ہوئی، ۱۱۶ انھوں نے اس زمانہ کے ان افکار اور خطرات کو تنقید کا نشانہ بنایا جو اسلامی ممالک کے خلاف ابھر رہے تھے اور انھیں اچھی طرح پہچان لیا اور مضبوط وسادہ قلم کے ذریعہ اسلام سے دفاع میں منہمک ہوئے ان کی کتاب سے اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

وہابیت ایک خود ساختہ مذہب ہے کہ جس کا بانی برطانیہ کے ٹکڑوں پر پلنے والا محمد بن عبد الوہاب ہے ، آج سعودی عرب اس خود ساختہ دین کا پیرو ہے۔ یہ فرقہ قبرِ رسولؐ اور مزارات ائمہ کی زیارت کو شرک بتاتا ہے اور اسی بنا پر شیعوں کو مسلمان تسلیم نہیں کرتا ہے۔
شافعی مذاہب کے سربرآوردہ لوگوں کی مصر میں اور حنفی پیشواؤں کی عراق میں قبور پر ابھی تک گنبد ہے، احمد بن حنبل کی قبر، کہ جس کے فروع دین کو وہابی تسلیم کرتے ہیں ، ابھی تک بغداد میں صحیح و سالم ہے، مسیحی، زرتشتی ، بودھشٹ وغیرہ اپنے رہبروں کی قبروں کو محفوظ رکھتے ہیں اور ان کے نام کو زندہ رکھتے ہیں۔
رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جو میری قبر کی زیارت کرے گا میں قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں گا، اس کے باوجود قبر رسولؐ کی زیارت کو کیونکر شرک کہتے ہیں؟!
ایسی بہت سی روایات ہیں جنھیں خود اہل سنت کے ائمہ نے نقل کیا ہے جو کہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قبر رسولؐ کی زیارت حرام نہیں ہے۔
زیارت اور پرستش میں فرق ہے مخلوق و خالق کے درمیان ایک رابطہ ہے لیکن زیارت دو مخلوق کے درمیان رابطہ ہے ایک بندہ اس بندہ سے محبت و عقیدت رکھتا ہے جو کہ زیر زمین سو رہا ہے لیکن کیا یہ عقیدت پرستش ہے؟

وہابی سگریٹ پینے، قہوہ پینے اور تصویر کھینچنے کو حرام جانتے ہیں، اس سے زیادہ وحشتناک بات تو یہ ہے کہ خدا کو ہاتھ، منہ اور آنکھوں والا جانتے ہیں اور کہتے ہیں مادی موجودات کی طرح چلتا، پھرتا ہے کسی انسان کو مولا یا سید کہنا شرک ہے۔

اگر کوئی قبر پر روشنی کرتا ہے تو اس پر لعنت کرنا چاہیئے لیکن اگر خاندان آل سعود ملت عربستان کا تیل سستے داموں پر امریکہ کو فروخت کردے تو اس پر لعنت نہیں کرنا چاہیئے۔

امریکہ کی سینٹ نے یہ قرارداد پاس کی ہے کہ ایران میں موجود بہائیوں کی مدد کی جائے سینٹ کے ممبر امید وار ہیں کہ اقوام متحدہ کی اقتصادی و اجتماعی کمیٹی بہائیوں کی مدد کرے، شاہی نظام اور استعمار ہمیشہ تیسری دنیا کے سرمایہ سے جھوٹے مذاہب کی مدد کرتا ہے۔

شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی نے یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے امام زمانہ۔ عجل اللہ فرجہ۔ سے ملاقات کی ہے اور انھیں امام نے اپنے اور لوگوں کے درمیان واسطہ قرار دیا ہے۔ سادہ لوح افراد ان کی باتوں میں آگئے چنانچہ اس طرح شیخیت کا سلسلہ وجود میں آگیا، سید علی محمد شیرازی بازار میں چنا اور لوبیا فروش سے شرمندہ ہو گیا اور اس نے خود کو امام اور لوگوں کے درمیان واسطہ قرار دیا اور خود کو باب (دروازہ) سمجھ لیا، کچھ نادان اس کی باتوں میں بھی آگئے اور اس کا اتباع کرنے لگے انہوں نے اس شخص کی بات تسلیم کر لی جو کہ ایک مدت تک خود کو امام زمانہ کہتا رہا اور پھر واسطہ ہونے سے بھی مایوس ہو گیا اور رفتہ رفتہ خود کو رسول خدا کہنے لگا، اگر اس نے

اپنے باپ کو نہ دیکھا ہوتا تو یقیناً خود کو خدا کہتا۔

ان باب صاحب کو پھانسی پر چڑھا دیا گیا، لیکن اس کے ماننے والوں کے دو گروہ ہو گئے، ایک گروہ میرزا یحیی نوری کے ساتھ دوسرا میرزا حسین علی نوری (بہاءُ اللہ) کے ساتھ ہو گیا بہاءُ اللہ نے خود کو پیغمبر کہنا شروع کر دیا اور اس طرح فرقۂ بہائیت وجود میں آگیا اور فرقۂ بابیت نابود ہو گیا۔

عثمانی حکومت نے میرزا یحیی کو قبرس میں اور میرزا حسین علی کو شام میں جلاوطن کر دیا، میرزا یحیی کا نام ونشان مٹ گیا اور تاریخ کی بھول بھلیوں میں کھو گیا، لیکن بہاءُ اللہ کو کچھ پیروکار مل گئے اس کے بعد اس کے بڑے بیٹے عباس آفندی عبدالبہاء کے لقب سے جانشین پیغمبر ہو گیا، عبدالبہاء تین سال تک مغربی حکومت کی پشت پناہی میں امریکہ اور کنیڈا میں بہائیت کی تبلیغ کرتا رہا، برطانیہ کے بادشاہ نے اسے شوالیہ کا لقب دیا، اس کے مرنے کے بعد اس کے نواسے شوقی آفندی جو کہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا، بہائیوں کا پیشوا بن گیا، شوقی نے کنیڈا کے ایک مال دار کی لڑکی سے شادی کی کہ جس کو بہائیوں نے دست خدا روحیہ خانم بہا،، کا لقب دیا، اس کے بعد کنیڈا کی حکومت نے بہائیت کی حمایت کی ہشوقی ۱۹۵۷ء میں لندن میں مر گیا، اس کا کوئی بیٹا نہیں تھا جو بہائیوں کا رہبر بنتا۔

استعمار ہمیشہ اس فرقہ کا پشت پناہ رہا ہے، سپر پاورز اسلام کو نابود کرنے کے لئے بہائیت کی مدد کرتی رہیں، پہلوی زمانۂ حکومت میں بہائی ایران کے، اداری، اقتصادی، ثقافتی اور سیاسی اداروں کی بڑی بڑی پوسٹوں پر مامور تھے۔

کاشف الغطانے عزاداری امام حسینؑ کے سلسلہ میں کئے جانے والے سوال کے جواب میں فرمایا:

سینہ کوبی، زنجیر زنی، شاہراہوں پر ماتم کناں دستوں

کا گشت ... مستحب ہے اور کشتیٔ نجات کا باب ہے رسم عزا میں طبل اور بوق بجاتے ہیں اس میں اشکال نہیں ہے، تعزیہ و شبیہ بنانا بھی صحیح ہے لیکن بصرہ و کوفہ کے مومنین سے دو چیزیں چاہتا ہوں :

۱۔ انجمنوں اور قافلۂ عزاداری سے ان چیزوں کو جدا کر دو جو کہ حزن و ملال کے ساتھ سازگار نہیں ہیں، کیونکہ عزاداری امام حسینؑ کے فلسفۂ انقلاب و قیام کو زندہ رکھنے کے لئے ہے، قصہ گوئی وقت گزرانی اور نمائش کے لئے نہیں ہے، عزاداری کے مراسم کو کمزور نقاط کے بغیر برپا کرنے کی کوشش کرو لوگوں کو خدا کی یاد دلاؤ ان کے ایمان میں اضافہ کرو تمہارا مقصد قیام امام حسینؑ کے مقصد کی وضاحت ہونا چاہیئے۔

۲۔ تفرقہ پردازی سے پرہیز کرو، اپنے ہاتھوں سے ایسا کام انجام نہ دو جو تمہاری شکست کا باعث ہو.... ایک دوسرے کے بھائی بھائی بنے رہو ...

اس کے بعد بھی گزشتہ سوالوں کی تکرار سے بھرپور بہت سے تار (ٹیلیگراف) موصول ہوئے، کاشف الغطا نے دوبارہ جواب دیا، کئی بار جواب دیا، ایک جواب کے ضمن میں فرماتے ہیں :

مجھے تعجب ہے کہ عزاداریٔ امام حسینؑ کے سلسلہ میں اتنے سوالات یکبارگی کیوں کئے جا رہے ہیں کہ اس سلسلہ میں کوئی اشکال ہے یا نہیں اور وہ بھی اس زمانہ میں

جب حجاز میں وہابی ائمہ علیہم السلام کی قبروں کو منہدم کر رہے تھے۔

ان سوالات کے محرک وہابی ہیں، شیعوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہی چیز معتبر ہے جس کا تعلق امام حسینؑ سے ہے"

عالم اسلام کی کانفرنس

فلسطین کے مسلمان دانشوروں کی ایک جماعت نے یہ طے کیا کہ اسلامی ممالک کے مذہبی دانشوروں کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے، فلسطین پر اس وقت تک غاصب اسرائیل کا قبضہ نہیں ہوا تھا، ایشیا اور افریقہ سے شیعہ، سنی علماء فلسطین پہنچے تاکہ اسلام کے مختلف فرقوں کے علما ایک اجتماع میں شرکت کریں، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، وہابی، ناصبی، خوارج فرقۂ اہل سنت کے سبھی فرقے فلسطین میں شیعہ مذہب کے فرقوں، اسماعیلیہ، حنفیہ، زیدیہ وغیرہ کے ساتھ جمع تھے ۱۱۸ اسلامی ممالک کے مذہبی اور سیاسی اشخاص جمع تھے ۱۹۰ تاکہ مسلمانوں اور اسلامی ممالک کے مستقبل کے بارے میں چارہ جوئی کریں۔

بیت المقدس کے مفتی نے، فلسطین کی مجلس اعلیٰ کی طرف سے کاشف الغطا کو اس کانفرنس میں شرکت کے لئے مدعو کیا ۱۲۰ انہوں نے بھی ان کی دعوت کو قبول کر لیا اور فلسطین کی طرف روانہ ہو گئے، راستہ میں بغداد پڑتا تھا، جب وہاں پہنچے تو لوگوں نے تقریر کرنے کی درخواست کی حسینیۂ عزاخانہ۔ کرخ میں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی جم غفیر نے اس میں شرکت کی، کاشف الغطا نے تین گھنٹے تقریر کی، آپ کی مؤثر تقریر نے لوگوں کے دلوں پر اثر کیا، حیرت انگیز تھی، ان کی تقریر تین گھنٹے تک جاری رہی لیکن لوگوں کی دلچسپی میں کمی واقع نہ ہوئی، دل سے جو بات نکلتی ہے وہ دلوں پر

اثر کرتی ہے۔

فلسطینی میزبان آپ کے استقبال کے لئے آئے آپ نے مسجد الاقصیٰ کے نزدیک تکیۂ بخاریہ میں قیام فرمایا تاکہ مختصر استراحت سے سفر کی تھکن دور کر سکیں۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے، مصر، شام، حجاز اور ایران سے مسلمان دانشور سربرآوردہ سیاسی اشخاص، رشید رضا، جمال الدین اسد آبادی کے شاگرد، صاحب تفسیر المنار، ایران کے وزیر اعظم ضیاء الدین طباطبائی، شاعر وصاحب قلم، آزادی پاکستان کے ایک محرک علامہ اقبال فلسطین پہنچے تھے۔

فلسطین کے دور و نزدیک کے شہروں سے ستر ہزار سے زیادہ لوگ دنیا بھر کے مسلم علماء کے اس اجتماع میں شریک ہونے کے لئے بیت المقدس میں جمع ہوئے تھے، ہر شب میں چند مسلمان دانشور تقریر کرتے تھے، یہاں تک کہ کاشف الغطاء کی نوبت آئی، مغرب کی نماز باجماعت ہوئی، بہت ہی باشکوہ تھی اہل سنت کے پیش نماز کی امامت میں بیت المقدس میں تمام ہوئی، فلسطین کے مفتی حسینی اور اور نابلس کے مفتی شیخ محمد تفاحہ اٹھے اور کاشف الغطاء کے پاس آئے اور تقریر کرنے کی درخواست کی کاشف الغطا اطمینان و وقار کے ساتھ اسٹیج پر پہنچے نماز گزاروں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے مجمع پر نظر ڈالی لوگوں کی نگاہیں آپ کو دیکھ کر خیرہ ہوگئیں، تقریر کا آغاز کیا تقریر کا ترجمہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان لوگوں کو بشارت دے دیجئے جو باتیں سنتے ہیں اور
ان میں سے بہترین کی پیروی کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن
کی خدا نے ہدایت کی ہے یہ صاحبان عقل ہیں، (قرآن مجید)
جس دن سے میں اس کانفرنس۔ جو کہ بجائے خود ایک

جہاد ہے۔ میں شرکت کی غرض سے عراق سے چلا ہوں
خصوصاً یہ ۶۔ ۷ روز کہ جن میں یہ بابرکت کانفرنس
منعقد ہوئی اور مختلف موضوعات پر تقاریر ہوئیں،
میں مستقل غور و فکر میں مستغرق رہا پہلی شب جب
میں اس کانفرنس میں شریک ہوا تو اسی وقت سے خود
کو امید و خوف کے درمیان دیکھ رہا ہوں میں اس
کانفرنس کی طرف سے خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہوں
میرے دل میں ولولے اٹھنے لگتے ہیں خوش فہمی اس لئے
کہ یہ عظیم اجتماع معجزہ کی مانند ہے، ایسے اجتماع بہت کم
وجود میں آئے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ
جس نے یہ معجزہ عطا کیا ہے وہی ہمیں یہ طاقت بھی عطا
کرے گا کہ جس سے ہم اس اجتماع کے مقدس مقصد
کو حاصل کریں گے۔

اس مقصد کے حصول میں جو چیز ہمیں اطمینان دلاتی
ہے وہ یہ ہے کہ اس مسجد (مسجد الاقصیٰ) اور بیت
المقدس کے عالی آثار کو دیکھنے سے ہم میں سے ہر ایک
کے اندر ایک تازہ روح پڑ گئی ہے یہ روح، فداکاری
کا جذبہ، غیرت و نگہبانی اور وہ قیمتی سرمایہ ہے جو پہلے
لوگ موجودہ نسل کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔

... آج مسلمانوں کے ہاتھوں میں بہت بڑی طاقت ہے
جو کہ مغربی ممالک کے ہاتھوں میں نہیں ہے، اگرچہ

اقتصادی لحاظ سے مغرب مسلمانوں سے آگے ہے، اسلامی اقدار کا تحفظ اور غیرت کی حرارت ہمارے سینوں میں موجود ہے کہ جو ہمیں ہمارے تمام مقاصد سے دفاع کے لئے ابھارتی ہے، دور و نزدیک کے ممالک کے تمام مسلمانوں کی روح میں عشق اسلام کا جذبہ موجزن ہے کانفرنس کے میزبانوں اور مہمانوں کی مسلسل کوشش اس اجتماع کے لئے صحیح اسلوب کا فراہم کرنا اور بہترین نتائج حاصل کرنا ہی سرمایہ امید ہے لیکن میں ان بشارت دینے والی چیزوں کے باوجود ڈر رہا ہوں، میرے خوف کی چند دلیلیں ہیں:

... مشرق والے خصوصاً مسلمان (میری مراد اس کانفرنس کے شرکاء نہیں ہیں) اپنے مقصد کے حصول میں پائیدار نہیں کتنی ہی پر زور تحریکیں اٹھیں اور تھوڑے سے دنوں میں ختم ہوگئیں۔

اے کانفرنس میں شریک ہونے والے دانشور بے ثباتی اور غیر مستقل مزاجی ہمارا سب سے بڑا المیہ اور زہر ہلاہل ہے، استقامت واستحکام، صبر کی شاخ ہے کہ جس کے بارے میں قرآن میں ستر جگہ تذکرہ ہوا ہے۔ ہم نے ابھی تک اپنے قیمتی کاموں میں صبر سے مدد نہیں لی ہے... اگرچہ آج میں پریشان ہو جاؤں تو کوئی مجھے سرزنش کرنے والا نہیں ہے جلد بازی اور

اور سختیوں کو برداشت نہ کرنا ہماری سرشت میں داخل ہے، اگر ہم کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو یہ سوچ کر کہ یہ آج ہی مکمل ہو جائے، اگر صبر کرتے بھی ہیں تو اس کا سلسلہ چند دنوں سے زیادہ جاری نہیں رہتا۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص ایک عالم کے پاس اپنا بیٹا لے کر گیا اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے بیٹے کو حکمت و فلسفہ، ہندسہ اور دیگر علوم سکھا دیں، یہ لیجئے ایک درہم آپ کا محنتانہ ہے کل یا پرسوں تک جب بھی آپ کو فرصت ملے یہ علوم میرے بیٹے کو سکھا دیجئے، عالم نے لڑکے کا مختصر امتحان لیا، دیکھا کہ لڑکا بیوقوف و غبی ہے، لڑکے کے باپ سے کہا: میں تمہاری خواہش کیسے پوری کروں؟ کیا اس فراوان مزدوری سے جو آپ نے مجھے عطا کی ہے، خوش ہو جاؤں، یا اس طولانی مدت میں یا تمہارے بیٹے کی بلا کی ذہانت میں؟

ہماری توقع ہے کہ کانفرنس مسلمانوں کے تمام مسائل کو حل کر دے اور استعمار کے ظلم و ستم کا خاتمہ کر دے، یہ کانفرنس ابھی تک نطفہ کی منزل میں ہے، اور پاک و شائستہ نطفہ ہی ثمر دیتا ہے، کانفرنس کے دوش پر بہت زیادہ بار نہ ڈالئے کہ جس سے اس کی کمر خمیدہ ہو جائے

۲۔ ایک دوسرے سے جدا رہنا اور اختلاف پیدا کرنا ایسی خصلتیں ہیں کہ جس کے ریشے ہمارے اندر پھیلے ہوئے

ہیں جس سے مجبور ہو گئے ہیں۔
فکر ورائے کا اختلاف اور آزادئ فکر انسان کی خصوصیت ہے ... لیکن مصیبت یہ ہے کہ نظریاتی اختلاف سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم شیعہ وسنّی سے پہلے، مسلمان ہیں، مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں، کیا ایک بھائی دوسرے بھائی سے دشمنی رکھتا ہے؟ اصحاب رسولؐ میں خصوصاً وفات آنحضرت کے بعد اسلام کے بہت سے فرعی مسائل میں اختلاف تھا، وضو، میراث، شادی وغیرہ اور کچھ احکام میں اختلاف تھا لیکن اس سے ان کے اتحاد کو ٹھیس نہیں پہنچتی تھی، سب ایک پیشنماز کی اقتدا میں نماز جماعت پڑھتے تھے، ہرگز کوئی جماعت دوسری جماعت کو کافر قرار نہیں دیتی تھی یہی وجہ تھی کہ نصف صدی میں اسلام مشرق ومغرب پر چھا گیا تھا ہر مسلمان خصوصاً قائد و علماء کے لئے ضروری ہے کہ اس تقدیر ساز دور میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کی پوری کوشش کریں شیعہ واہل سنت کے درمیان اتحاد کے یہ معنی نہیں ہیں کہ شیعوں سے ہم یہ کہیں کہ وہ اہل سنت کا عقیدہ اختیار کریں اور اہل سنت سے یہ کہیں کہ وہ شیعوں کا عقیدہ اپنائیں، اتحاد یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے دشمنی نہ رکھیں۔

اۓ علماء اور قوم کے ذمہ دارو! مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوشش کرو، مجھے امید ہے کہ جس طرح اسلام نے ابتداء میں دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا، دوبارہ تمہاری کوششوں سے اسلام پھر زندہ ہو جاۓ گا مسلمانوں کو ایک دنیا بنانی چاہیۓ، آج دنیا فساد و تباہ کاری میں غرق ہے، مسلمانوں کو چاہیۓ کہ پوری دنیا سے برائیاں دور کریں۔

اۓ ایک خدا کو ماننے والو! متحد ہو جاؤ، میں نے ان دو باتوں سے پہلے یہ کہا تھا کہ امید ہے کہ یہ باتیں فراموش نہ کی جائیں گی۔ گنبد اسلام دو پایوں پر استوار ہے، کلمۂ توحید اور توحید کلمہ

اۓ مسلمانو! اگر ہماری بات ایک نہ ہو تو اسلام سے دست بردار ہو جانا چاہیۓ، اگر ہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیں تو خوش قسمت ہیں.....

۳۔ ہمارا تیسرا المیہ یہ ہے کہ ہم مشرق والوں کی یہ عادت ہے کہ ہم کام کی بجاۓ باتیں کرتے ہیں اور جہاں ہمیں غور و فکر کرنا چاہیۓ وہاں بغیر غور و فکر کے کام کر ڈالتے ہیں..... اس طریقۂ کار سے ہمارا نقصان ہے... لیکن مجھے خداۓ عظیم سے امید ہے کہ وہ ہمیں اور ہمارے بزرگوں کو ایسا بنا دے گا کہ جس سے ہمارا کام و عمل باتوں سے زیادہ ہو گا اور ہمارے تمام کاموں میں غور

د فکر کی کارفرمائی ہو گی۔ کیونکہ عجلت پسندی انسان
کی شکست وندامت کا باعث ہے اور بے سوچے سمجھے
کام کرنے سے ناقابل تلافی نقصان سے دو چار ہونا پڑتا ہے
ضرب المثل ہے کہ ایک روز بلبل نے شکاری سے کہا: میرا
اور تمہارا معاملہ بہت ہی تعجب خیز ہے۔ میں ایک
خوبصورت پرندہ ہوں۔ چہچہاتی ہوں اور اپنی آواز
سے لوگوں کے دل خوش کرتی ہوں لیکن تم بدصورت
اور ہمیشہ خاموش رہتے ہو تم جہاں چاہتے ہو چلے جاتے
ہو، گوشت کھاتے ہو، ٹھنڈا پانی پیتے ہو اور جہاں
چاہتے ہو گھر بنا لیتے ہو، لیکن میں ہمیشہ قفص میں قید
ہوں، شکاری نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں باتیں
نہیں کرتا ہوں بلکہ کام کرتا ہوں لیکن تم باتیں بناتی
ہو کام نہیں کرتی۔
ہر قوم میں تین چیزوں سے انقلاب آتا ہے، طاقتور
قوم صحیح افکار اور سعی پیہم۔

۴۔ ... لوگوں کا ایک نام نہاد مسلمان گروہ مستقل اس بات
کی کوشش کر رہا ہے کہ اس کانفرنس کو کامیاب نہ
ہونے دے اور اس سلسلہ میں ایسی مشکلیں کھڑی کرنا
چاہتا ہے کہ جس سے اس کانفرنس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ
ہو سکے، ان کی کھلم کھلا اور مخفی کوشش اس بات پر
صرف ہو رہی ہے کہ کانفرنس کو ناکام بنا دیں ...

آخر میں یہ بات عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ سب
سے بڑی مصیبت اور سب سے بڑا مرض نفاق و دو غلی
چال ہے، منافق وہ لوگ ہیں جو خود کو مسلمان کہتے ہیں
، ہمارے ہی ساتھ زندگی گزارتے ہیں لیکن خفیہ طریقہ
سے ہماری کوششوں کو برباد کرتے ہیں ... یہ لوگ
وہ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے ... خداوند عالم
سے دعا ہے کہ ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے ....
میری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو مضبوط و
محکم ہونے کی سخت ضرورت ہے اور یہ استحکام صرف
وحدت و ہمبستگی ہی سے وجود میں آسکتا ہے ، میرے
بھائیو! اتحاد کی طرف بڑھو، آخر میں دعا ہے کہ خدا
وند عالم آپ کو اپنی رحمت کے سایہ میں رکھے ۱۲۲

کاشف الغطا کی تقریر نے کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کے درمیان ایک ولولہ و جوش پیدا کر دیا، اس کو نماز گزاروں نے ہمہ تن گوش سُنا آپ کی قدرت بیان اور دل کش باتوں سے محو حیرت تھے بہت سے لوگ ایسی تقریر سننے کے متمنی تھے، لوگ زبان حال سے کہہ رہے تھے : آپ نے ہمارے دل کی بات کہہ دی ہے ہماری ترجمانی کی ہے ۱۲۳ کانفرنس کے مہمانوں نے انھیں ابھی پہچانا تھا، آپ کے بیان نے ایک ہلچل مچا دی تھی لوگوں نے کاشف الغطا سے اصرار کیا کہ نماز عشاء کی جماعت آپ ہی کرا دیجئے، نماز جماعت بڑی با شکوہ تھی، شیعہ و سنی یہاں تک وہابی ، ناصبی اور خوارج کے علماء نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز عشاء پڑھی ۱۲۴ جب آپ فلسطین میں قیام پذیر

رہے شرکا، آپ ہی کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے یہاں تک نماز جمعہ کی جماعت بھی آپ ہی نے کرائی، ۱۲۵ ان کی پُر مغز تقریر دلوں میں بیٹھ گئی۔

کاشف الغطا کی تقریر دنیا بھر میں پھیل گئی بہت سے ممالک کے اخباروں اور جرائد نے ان کی اس جرائت مندانہ تقریر کو چھاپا بہت سے سنی دانشور اور صحافی شیعوں کو اچھی نظروں سے دیکھنے لگے، استاد ہاشم مدنی اور شیخ محمد علی زعیمی فاروق اول دانش گاہ بیروت کے اساتذہ نے اپنی کتاب «الاسلام بین السنة والشیعة» میں کاشف الغطاء کی تقریر کا علمائے اہل تسنن پر اثر کے متعلق لکھا ہے: کیا کاشف الغطاء کی اقتدا میں اہل سنت کے بہت سے فرقوں کا نماز پڑھنا اسی تحریک کی برکت نہیں ہے؟ کیا یہ سوچا جا سکتا ہے کہ ان کی کتاب «الدعوة الاسلامیه» کو شیعہ دانشوروں سے قبل سنی دانشور پڑھیں گے؟

کاشف الغطا نے فلسطین میں پندرہ روز قیام کیا اور ساری دنیا کے شیعہ و سنی دانشور و صحافیوں سے گفتگو کی، فلسطین کے متعدد شہروں کا سفر کیا اور ہر شہر میں تقریر کی اور انھیں اتحاد کی دعوت دی، علماء سے گفتگو کی اور مسلمانوں کی ثقافتی ضرورت سے آگاہ ہوئے، اس زمانہ میں کاشف الغطا پوری دنیا کے مسلمانوں میں جانے پہچانے تھے، اس کانفرنس کے بعد بہت سے لوگ انھیں امام (پیشوا اور رہبر) کہنے لگے تھے ۱۲۶

کاشف الغطا فلسطین سے لبنان اور وہاں سے شام تشریف لے گئے، اور لبنان و شام کے تمام شہروں میں تبلیغ اسلام کی اور علماء و قوم کو اتحاد کی دعوت دی، شام سے عراق روانہ ہوئے، عراق کے لوگوں نے آپ کی تقریر اور وہاں تمام فرقوں کو نماز جماعت پڑھانے والی خبر سنی تھی جس سے

وہ خوشیاں منا رہے تھے بہت سے دانشور اور حوزۂ علمیہ نجف اشرف کے اساتذہ اور طلبہ ان کے استقبال کے لئے آئے تھے، کاشف الغطا نے بغداد میں حسینیۂ کرخ میں تقریر کی، مذکورہ حسینیہ میں، علماء و نامہ نگار، شعرا اور عراق کے سیاسی و ثقافتی افراد جمع ہوئے تھے تاکہ فلسطین میں منعقد ہونے والی کانفرنس کا حال سنیں، کاشف الغطا نے تین روز بغداد میں قیام کیا اور اس کے بعد کربلا روانہ ہوگئے اور روضۂ امام حسینؑ کی زیارت کی، کربلا سے نجف تشریف لے گئے اور اپنے آبائی گھر میں سکونت اختیار کی، کئی راتوں تک نجف کی سیاسی و ثقافتی شخصیتیں ملاقات کے لئے آتی رہیں اور ان کے کامیاب سفر کی مبارک باد پیش کی جاتی رہیں، شعراء نے مسجد الاقصیٰ میں تقریر و نماز جماعت کے سلسلہ میں اشعار پڑھے، آپ کے سلسلہ میں ....۱۰۰ سے زائد اشعار پڑھے گئے[۱۲۷]

اہل کوفہ نے تقریر کے لئے کاشف الغطا کو کوفہ مدعو کیا، کوفہ کی بڑی مسجد میں ہزاروں سے زائد آدمی جمع ہوگئے، ان کے درمیان کاشف الغطا نے تقریر فرمائی، ان کی تقریر کا موضوع اتحاد اور اقتصاد تھا، یہ تقریر متعدد بار چھپ چکی ہے[۱۲۸] مسجد کوفہ میں کاشف الغطا کی آواز گونج رہی تھی:

مغرب نے صنعت اور مشرق کی ثروت کے چشموں کو چوسنے کی وجہ سے تسلط پایا ہے، اسلام نے ثروت حاصل کرنے کے تمام طریقے اور راستے بیان کئے ہیں اور اقتصادی رشد کی ضرورت کو گوش گزار کیا ہے، اسلامی ممالک کی کامیابی کا انحصار اتحاد و اقتصاد پر ہے[۱۲۹]

فصل چہارم

بانگ بیداری

فصل چہارم

بانگ بیداری

وحدت کی خاطر

شیعہ ہمیشہ مظلوم رہے ہیں، شیعوں کی مظلومیت کا آغاز تو وفات رسولؐ ہی سے ہو گیا تھا اور آج تک اس کا سلسلہ جاری ہے، ابھی رسولؐ کو سپرد خاک بھی نہیں کیا گیا تھا کہ موقع کی تلاش میں رہنے والے کج اندیش اور ناواقف لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور رسولؐ پر ظلم کا آغاز کر دیا، یہ جمع ہونے والے وہ حاجی تھے کہ جنہوں نے آخری حج رسولؐ کی معیت میں کیا تھا اور خانۂ خدا کی زیارت سے واپسی پر غدیر خم کے کنارہ جمع ہوئے تھے، دسیوں ہزار مسلمان پیغمبرؐ خدا کے ساتھ تھے آپ کی آخری وصیتوں کو سن رہے تھے۔

جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں، رسولؐ کی یہ آواز تمام حاجیوں کے کانوں تک پہنچی، مگر افسوس ان میں سے بعض نے سقیفہ بنی ساعدہ میں رسولؐ کی وصیتوں کو فراموش کر دیا اور تاریخ کی راہ میں کجی پیدا کر دی۔

کاشف الغطا نے اپنے امام حضرت علیؑ کی مانند، حلق میں خار اور آنکھوں میں خاشاک، اتحاد کی خاطر خاموشی اختیار کی تلخ حقیقت کا اظہار نہ کیا اور ساکت رہے، لیکن ظلم کی انتہا ہو گئی اور اہل سنت کے علماء بھی مغربی

مستشرقین کے ہمنوا ہو گئے، انھیں شیعہ دشمنی کے علاوہ کوئی راستہ ہی نہ ملا، استعمار نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کی جان کی فکر میں مبتلا کر دیا اور اپنا الو سیدھا کر لیا... تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو، برطانوی استعمار کا جیتا جاگتا شعار تھا۔ برطانیہ ہندوستان، ایران، عراق، مصر اور تیسری دنیا کے بہت سے ممالک خصوصاً اسلامی ممالک پر ثقافتی حملے کر رہا تھا، اہل سنت کے بعض دانشور و صحافی بے خبری میں دشمنوں کی باتوں کو پانی دے رہے تھے اور برطانیہ کی زراندوزی کی جنگ میں زرہ پوش ہو کر میدان جنگ میں آ گئے تھے، استعمار کو شیعہ وسنی سے کوئی سروکار نہیں ہے، ان کے حلق سے دین نہیں اترتا ہے۔ اگرچہ اہل سنت کے بعض دانشور اور ثقافتی امور میں فعال افراد جان بوجھ کر شیعوں سے جنگ کے لئے اٹھے تھے۔

کاشف الغطا سے یہ برداشت نہ ہوا۔ شیعوں پر تہمتوں کے سیلاب میں ہزاروں افراد بہہ گئے، انہوں نے خود کو بپھرے ہوئے دریا میں ڈال دیا اور بہت سے انسانوں کو نجات دلانے کی کوشش میں مشغول ہو گئے، ان کی بہترین تالیف اصل الشیعہ و اصولہا، ہے، انہوں نے بہت ہی احترام کے ساتھ منطقی انداز میں مذہب شیعہ کے اصول اور اس کے نظریات کو بیان کیا اور اخلاق سے ہٹ کر اہل سنت کو دہلانے والی کوئی بات نہ لکھی۔ لیکن نیکو کاروں کو برے لوگوں سے کسی نیکی کی توقع ہی نہیں ہوتی ہے کہ وہ بھی قلم برداشت برے لوگوں کی طرح اپنے مخالفوں کا سر کچلنے کے لئے اہتمام وزیغ و مزیغ باتیں لکھنے میں مشغول ہو جائیں ؟

از خدا جوییم توفیق ادب۔ بے ادب محروم ماند از لطف رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد۔ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد[۱۳۰]

ہم کو خدا سے ادب کی توفیق کی دعا مانگنا چاہئے، بے
ادب لطف خدا سے محروم رہتا ہے، بے ادب خود ہی
برا نہیں رہتا ہے بلکہ ساری دنیا میں برائی پھیلاتا ہے۔

ہاں برے لوگوں سے یہ کہنا چاہئے کہ اچھے لوگوں سے تم نے کیا برا دیکھا ہے ؟
کاشف الغطا مکتب اسلام کے پروردہ ہیں، وہ سچے اور صحیح آئین کے شاگرد ہیں
،انہوں نے شیعہ جوانوں کو محکم دلیلوں سے آشنا کرنے اور بعض جھوٹے قلم کاروں
کی تہمت کا جواب دینے کے لئے یہ تحریر کیا :

گزشتہ سال ایک باشوق جوان انجمن علمی کے ساتھ حکومت عراق کی
طرف سے تحصیل علم کے لئے «دار العلوم العلیا» گیا تھا، اس نے ایک طولانی
خط کے ضمن میں مجھے لکھا... جامعہ ازہر کے بعض دانشوروں کے پاس میری
آمد و رفت ہے، کبھی کبھی حوزۂ علمیہ نجف کے اصول تعلیم کے بارے میں بحث ہوتی
ہے جامعہ ازہر کے اساتذہ حوزۂ علمیہ نجف کے اساتذہ کو زیادہ باسواد بتاتے
ہیں لیکن کہتے ہیں کہ افسوس وہ شیعہ ہیں ان کی اس بات سے مجھے بہت تعجب ہوا
میں نے کہا : کیا شیعہ ہونا گناہ ہے ؟ کیا شیعہ مسلمان نہیں ہیں ؟ ان میں سے بعض
نے کہا : شیعہ مسلمان نہیں ہیں۔ میں ایسا جوان ہوں کہ جسے اسلام میں متعدد مذاہب کی
پیدائش کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے، اب میں اہل سنن کے بڑے دانشوروں
کی باتوں سے شک میں پڑ گیا ہوں۔ کیا شیعہ اسلام کا ہی فرقہ ہے ؟! اگر اس
شک سے آپ مجھے نجات نہ دلائیں تو میری گمراہی کی ذمہ داری آپ کے اوپر ہے،
کاشف الغطا سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں :

میں نے خط کے ذریعہ تاریخ شیعہ اور ان پر لگائی گئی تہمت کا جواب
دیتے ہوئے ان کی راہنمائی کی، لیکن حیرت میں تھا کہ اہل سنت کے بڑے

دانشور کیونکراس طرح کی باتیں کرتے ہیں ؟! یہاں تک مصر کے مشہور صاحب قلم احمد امین مصری کی کتاب «فخر الاسلام» دستیاب ہوئی، اس کتاب کی زیغ و مزیغ اور جھوٹی باتوں نے میرا دماغ ماؤف کر دیا۔ احمد امین گزشتہ سال ۱۳۴۹ھ ق میں، بہت سے اساتذہ، طلبہ اور مصر کے دانشوروں کے ساتھ، شہر علم نجف آیا اور باب علم کے دروازہ (حرم علیؑ) پر گیا۔

وہ رمضان کی ایک شب میں اپنے دوستوں کے ہمراہ مجھ سے ملاقات کے لئے آیا، میں نے شائستہ انداز میں اس کی سرزنش کی اس نے ایسی جھوٹی باتوں کی شیعوں کی طرف کیوں نسبت دی ہے۔ البتہ میں ان باتوں کو نہیں دہرانا چاہتا جو ناگفتنی ہیں۔ میں نے قرآن کے مطابق عمل کیا، جو کہ کہتا ہے : اگر لوگ تمہیں نا روا باتیں کہیں تو تم انھیں شائستہ انداز میں جواب دو، اور بہت سی باتوں کو نظر انداز کر دیا۔

احمد امین کا آخری عذر یہ تھا کہ مجھے شیعوں کے بارے میں صحیح معلومات نہیں تھی، یہ بہانہ قابل قبول نہیں ہے، کسی بھی لکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ لکھنے سے پہلے اس موضوع کی اچھی طرح تحقیق کر لے، نجف کے کتب خانوں میں میرا بھی ذاتی کتب خانہ ہے کہ جس میں پانچ ہزار جلد کتابیں موجود ہیں اور ان میں اکثر اہل سنت کی ہیں لیکن قاہرہ کے کتب خانوں میں شیعوں کی کتب نہیں پائی جاتی ہیں !!!

اس ضمن میں کاشف الغطا لکھتے ہیں :

چند ماہ قبل ایک پاکیزہ جوان نے بغداد سے مجھے خط لکھا : بغداد کے ہمسایہ صوبۂ دلیم گیا تھا، وہاں اہل سنت کی اکثریت ہے، ان ہی کے ساتھ میری نشست و برخاست تھی، وہ میرے آداب و گفتگو سے بہت خوش تھے، لیکن

جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ میں شیعہ ہوں تو انھوں نے کہا : ہم تو شیعوں کو باادب بھی نہیں سمجھتے تھے چہ جائیکہ ان کو دیندار وصاحب علم سمجھتے ؟! ہم تو انھیں ایک وحشی گروہ سمجھتے تھے، کچھ دنوں کے بعد میں شام اور مصر گیا، تعجب کی بات تو یہ ہے کہ مصر کے سنیوں نے بھی وہی بات کہی جو دلیم والے کہہ چکے تھے، کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ جس میں شیعیت سے دفاع کیا جائے ؟! ۱۳۱

کاشف الغطا مقدمہ کے آخر میں کتاب لکھنے کے مقصد کو اس طرح بیان کرتے ہیں :

مصر وشام وغیرہ کے اخبارات میں شیعوں کے بارے میں زہریلے مضامین شائع ہورہے ہیں، جس سے مجھے ضبط کا یارا نہیں رہا اس لحاظ سے نہیں کہ شیعوں پر ظلم ہورہا ہے لہذا مجھے ان تہمتوں کا منہ توڑ جواب دینا چاہئے، بلکہ اس لحاظ سے کہ مسلمانوں کی آنکھوں سے جہالت ونادانی کا پردہ ہٹاؤں تاکہ منصف مزاج افراد شیعوں کے بارے میں فیصلہ کریں اور حق کو اختیار کریں اور شیعوں کے خلاف لکھنے والے اس گروہ کے پاس کوئی بہانہ باقی نہ رہے جو مستقل شیعوں کے خلاف زہر افشانی کیا کرتے ہیں اور یہ نہ کہہ سکیں کہ شیعہ علماء نے اپنے مذہب کا تعارف ہی نہیں کرایا ہے۔ (احمد امین مصری نے کاشف الغطا سے ملاقات کے دوران یہی جملہ کہا تھا) امید ہے کہ اس کتاب سے مسلمانوں کے درمیان دوستی کی راہیں ہموار ہوں گی اور ان کے درمیان سے عداوت ختم ہوجائے گی ہوسکتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے بعد، فجر الاسلام، کا مؤلف یہ نہ لکھے :

شیعہ دشمنان اسلام کی پناہ گاہ تھے اور ہیں، شیعہ ان لوگوں کے ہتھکنڈے رہے ہیں جو کہ اپنے آباؤ اجداد، یہودیوں، نصرانیوں اور زرتشتیوں کے خیالات

کو اسلام میں داخل کرنا چاہتے ہیں ۱۳۲

اب ہم نوجوانوں، جوانوں، طلبہ، اسٹوڈینٹس STUDENTS حقیقت کے متلاشی افراد کے سامنے اس کتاب کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

سرزمین اسلام میں سب سے پہلے جس نے شیعیت کا بیج بویا وہ خود بانیٔ اسلام حضرت محمدؐ تھے۔ اہل سنت کی احادیث کی کتابوں میں دسیوں حدیثیں موجود ہیں کہ جن میں رسولؐ نے حضرت علیؑ اور آپ کے شیعوں کو دُنیا و آخرت میں کامیاب و رستگار قرار دیا ہے چنانچہ اہل سنت کے بڑے عالم و ادیب سیوطی اپنی کتاب "الدرالمنثور" میں آیۂ "اولئک ھم خیر البریّۃ" کی تفسیر میں رسولؐ کے معتمد صحابہ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے ایک حدیث نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں: ہم رسولؐ خدا کی خدمت میں موجود تھے کہ علیؑ تشریف لائے رسولؐ نے فرمایا: کہ روز قیامت یہ اور اس کے شیعہ کامیاب و رستگار ہیں،

سیوطی عربی ادبیات کا ماہر اور اہل تسنن کے بڑے مفسّر رسولؐ کے ابن عم اور صدر اسلام کے عظیم مفسّر ابن عباس سے ایک اور حدیث نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں، جب آیۂ: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْخَیْرُ الْبَرِیَّۃِ" (بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں

وہ خدا کے بہترین بندے ہیں) نازل ہوئی تو رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: یہ آیت تمہاری اور تمہارے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے، روز قیامت تم خدا سے اور خدا تم سے خوشنود ہوگا۔

شیعی فکر کا پیغمبرؐ کے زمانہ سے آغاز ہوا، بعض دوست واصحاب ہمیشہ حضرت علیؑ کے ہمراہ رہتے تھے اور آپ کا اتباع کرتے تھے، وہ وجود امام کے چاروں طرف مثل پروانوں کے گردش کرتے تھے، وہ کچھاروں کے شیر اور عارف دوراں تھے، امام سے متعلق انہوں نے پیغمبرؐ کی سیکڑوں حدیثیں سنی تھیں، وہ آخری سانس تک آپؐ کی ہمنوائی کرتے رہے، رسولؐ کے زمانہ میں حضرت علیؑ کے شیعہ، جانباز، مجاہد اور شہیدوں کے خاندان والے تھے، لغت میں، شیعہ کے معنیٰ پیرو کار کے ہیں، اور آنحضرتؐ کے زمانہ میں علیؑ کے پیروکاروں کو شیعہ کہا جاتا تھا۔

آج بھی مسلمان (شیعہ وسنی) صاحبان قلم کی ہزاروں کتابوں میں یہ بحث ملتی ہے کہ حضرت علیؑ رسولؐ کے خلیفہ وجانشین ہیں، ہندوستان کے صاحب قلم علامہ حامد حسین نے عبقات الانوار کی دس جلدوں میں (کہ جن میں سے ہر ایک صحیح بخاری کے برابر ہے) حضرت علیؑ کی فضیلت اور آپ کی خلافت پر اہلسنت

کی کتابوں سے بے پناہ احادیث جمع کی ہیں۔
رسول اکرمؐ کی وصیّت کو کیوں بھلا دیا؟
بعض مسلمانوں نے رسولؐ کی وفات کے بعد صرف وصیّت رسولؐ سے اس بہانے کے تحت چشم پوشی کرلی کہ حضرت علیؑ کمسن ہیں اور پھر قریش اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ نبوت و خلافت دونوں ہی خاندان بنی ہاشم میں منحصر ہو جائیں۔ تعجب ہے! انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت سنی تھی کہ رسولؐ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جو ان پر خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہے لیکن انہوں نے اپنی خواہش کو حدیثِ رسولؐ اور قولِ خدا پر مقدّم رکھا۔
شیعہ پاکیزہ ترین اور دانشور ترین انسان ہیں، پیروان حضرت علیؑ زندگی گزارنے کا نمونہ ہیں حضرت سلمان فارسی کہ جن کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا ہے: سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں، اور ابوذر کہ جن کے متعلق رسولؐ کا ارشاد ہے: ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے بوجھ نہیں اٹھایا۔ یہ دونوں ہی حضرت علیؑ کے شیعہ ہیں کہ جنھوں نے اسلام کی ترقی کے سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

ابو الاسود دوئلی موجد علم نحو حضرت علیؑ کے پیرو تھے۔
خلیل ابن احمد فراہیدی علم لغت و عروض کے بانی حضرت علیؑ کے شیعہ تھے، ابو مسلم معاذ بن مسلم ہراء علم صرف کے بانی ایک شیعہ دانشور تھے۔
جابر بن عبداللہ انصاری صدر اسلام کے مجاہدین اور اصحاب علیؑ و حسنؑ و حسینؑ اور امام زین العابدینؑ و امام محمد باقرؑ کے شیدائیوں میں سے تھے۔
محمد بن عمر واقدی کہ جس نے سب سے پہلے علوم قرآن جمع کئے وہ بھی شیعیان علیؑ میں سے تھے۔ ابو رافع علم حدیث کے موجد، خادم رسولؐ، الاحکام، والسنن و القضایا، کتاب کے مؤلف، حضرت علیؑ کی حکومت کے بیت المال کے سرپرست (یعنی وزیر خزانہ) تھے۔ ان کے بیٹے علی حضرت علیؑ کے پرسنل سکریٹری تھے اپنے باپ کے بعد سب سے پہلے انہوں نے علم فقہ کے موضوع پر کتاب لکھی اور ان کے دوسرے بیٹے عبداللہ سب سے پہلے مسلمان ہیں جس نے علم تاریخ پر کتاب لکھی۔
ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ نے سب سے پہلے علم کلام و عقائد کے موضوع پر کتاب لکھی ان کے بعد دوسرے شیعی مؤلف عیسیٰ بن روضہ نے علم کلام کے سلسلہ میں خامہ فرسائی کی۔
ہشام بن حکم، اسلامی عقائد کے ماہر اور حضرت امام

جعفر صادقؑ کے شاگرد ہیں انہوں نے جن عقیدتی و دمادی دانشوروں سے بھی مناظرہ کیا ہمیشہ فاتح کی حیثیت سے لوٹے۔
ابان بن عثمان الاحمر امام جعفر صادقؑ کے صحابی علم تاریخ پر کتاب لکھنے والے ہیں۔

● ● ●

احمد بن محمد بن خالد برقی، صاحب محاسن، نصر بن مزاحم منقری، صاحب کتاب وقعۃ الصفین، احمد بن یعقوب صاحب تاریخ یعقوبی، مسعود صاحب مروج الذہب اور سیکڑوں شیعہ مؤلف ہیں کہ جنہوں نے تاریخی وعلمی کتابیں لکھی ہیں۔
نابغۂ جعدی، کعب بن زہیر، فرزدق، کمیت، حمیری، دعبل، ابوالفراس بحتری، عبدالسلام، ابن الرومی، ابوفراس اور دنیائے عرب کے بہت سے بڑے بڑے شاعر شیعہ تھے، اور انہوں نے شیعہ مکتب میں پرورش پائی تھی،
کیا یہ میدان علم کے شہ سوار ادب وجہاد کو نابود کرنا چاہتے تھے؟! جناب احمد امین سُنی صاحب قلم کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ ۱۳۳
جناب احمد امین! کیا یہ فرزانگان تاریخ اسلام میں

یہودیوں، مسیحیوں اور زرتشتیوں کے افکار سمونا چاہتے تھے؟

کاشف الغطا نے صرف چند شیعہ دانشوروں کے نام اور ان کی خدمت اسلام کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کی ہے، مشتے نمونہ از خروار، ہے، صدیوں میں ہزاروں شیعی مؤلفین نے انسانیت کی رشد و آگہی کے پرچم کو اپنے دوش پر اٹھایا اور مشعل افکار کو روشن کیا ہے، کاشف الغطا نے اپنی اس کتاب میں اہل سنت اور مستشرقین کی بہت سی تہمتوں کا جواب دیا اور اس کے بعد اصول و فروع میں شیعہ عقیدہ کا تعارف کرایا ہے۔

اصل الشیعہ و اصولہا پندرہ بار چھپ چکی ہے[۱۳۴] اور اردو وانگریزی میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے[۱۳۵]، اس کے پڑھنے والوں کی تعداد بڑھتی ہی جاتی ہے پہلے ایڈیشن کے بعد کچھ ہی دنوں میں کتاب نایاب ہو گئی مذکورہ کتاب کاشف الغطا کی زندگی ہی میں ۹ بار چھپ چکی[۱۳۶] اور تین سال کے عرصہ میں ہر ایڈیشن کے تمام نسخے نایاب ہو گئے اور ناشر نے دوبارہ زیادہ تعداد میں چھپوائی، اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۳۵۱ھ ق میں دوسرا ۱۳۵۵ھ ق میں ہر دو دفع لبنان سے بھی شائع ہوئی[۱۳۷] اس کا تیسرا ایڈیشن مصر میں قاہرہ سے چھپا[۱۳۸] اور دو بار اور قاہرہ میں چھپا[۱۳۹] اس سے قارئین کی بڑھتی ہوئی تعداد خصوصاً جوانوں کا اشتیاق اس کے بار بار چھپنے کا سبب ہوا۔

جناب علی رضا خسروانی نے کاشف الغطا کی حیات ہی میں اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ کر دیا تھا ان کے ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن، ریشہ شیعہ یا اصل و اصول شیعہ، کے نام سے ۱۳۱۷ھ ق میں چھپا[۱۴۰] اس پر کاشف الغطا نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اصل الشیعہ و اصولہا، کے جدید ایڈیشن کا ایک نسخہ ان کے پاس

بھیجا تاکہ دوسرے ایڈیشن کے اضافات کا ترجمہ کر دیں[141]
حوزہ علمیہ قم کے استاد و صاحب قلم آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی نے اس کتاب کا "این است آئین ما" کے نام سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے جو کہ سنہ ۱۳۴۶ ھ ش کو تبریز سے چھپی، فارسی داں طبقہ میں بھی یہ کتاب مقبول ہوئی چنانچہ ایک سال بعد پھر دوبارہ تبریز ہی سے شائع ہوئی[142] یہ کتاب ۸ بار چھپ چکی ہے[143]

کاشف الغطا اصل الشیعہ واصولہا، کے ہر ایڈیشن پر ایک مقدمہ لکھتے تھے انہوں نے نو ایڈیشنوں پر نو مقدمے تحریر کئے ہیں[144] ہم یہاں چھٹے ایڈیشن کے تحریر کردہ مقدمہ کا ایک سرسری جائزہ لیتے ہیں اور اس کی بعض باتیں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

جس منزل پر مسلمان پہنچ گئے ہیں قرن اخیر میں جس ذلت و بے بسی سے وہ دوچار ہوئے ہیں وہ کسی پر مخفی و پوشیدہ نہیں ہے، غیر ان پر حکومت کرتے ہیں، انھیں غلام بناتے ہیں، ان کی سرزمینوں پر قابض ہو جاتے ہیں، اپنے مقصد کے حصول میں انہیں غلاموں کی طرح استعمال کرتے ہیں، غلامی کا طوق ان کے گلے میں ڈالتے ہیں،

اس کی واحد وجہ مسلمانوں کا آپسی اختلاف ہے ان کا ایک فرقہ دوسرے سے دشمنی کرتا ہے، استعمار بھی سربستہ راز طریقوں سے ان کے درمیان تفرقہ ڈالتا ہے۔ اسلام کے سارے فرقوں کی بازگشت دو مذہبوں شیعہ

وسنی کی طرف ہے، شیعہ خصوصاً علماء ایسے ہی اہلسنت کے عقائد سے بھی باخبر ہیں جیسے اپنے مذہب کے عقائد سے واقف ہیں، بہت سے شیعہ علماء کی تحریر کردہ کتابیں مثلاً انتصار مؤلفہ سید مرتضیٰ، خلاف مؤلفہ شیخ طوسی اور علامہ حلّی کی کتاب تبصرہ اس کا واضح ثبوت ہے لیکن اہل سنت یہاں تک ان کے اکثر علماء بھی شیعوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں اس کے باوجود شیعوں پر تخریب کاری اور بے دینی کی تہمت لگاتے ہیں جب شیعہ اپنے سنّی بھائیوں خصوصاً ان کے علماء سے یہ ستم دیکھتے ہیں تو ردّ عمل کے طور پر وہ بھی کچھ کرتے ہیں اور اس طرح اتحاد کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس سے استعمار خوش اور دشمن مسرور ہوتے ہیں.

میں نے اپنے اوپر یہ فرض سمجھا کہ شیعہ عقائد کا خلاصہ کر کے پیش کروں، یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ تھوڑی سی مدت میں یہ کتاب کئی بار چھپ جائے گی اور دوسری زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ ہو جائے گا۔

لیکن باوجودیکہ اکثر اس کتاب کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں لیکن ابھی تک اہل سنت کو خصوصاً ان کے علماء کو شیعوں سے جو پرخاش ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ ابھی تک بعض مصری صاحبان قلم شیعوں پر کیچڑ اچھال رہے ہیں اور شیعوں پر پھر

وہی تہمت لگا رہے ہیں جو کہ قرون وسطیٰ میں ابن خلدون لگا چکے ہیں، اصل الشیعہ واصولہا، کا تیسرا ایڈیشن قاہرہ میں چھپ چکا ہے اور کل تعداد وہیں فروخت ہو گئی پھر مصر کے بعض علماء اہل سنت شیعوں کے خلاف زہر اگل رہے ہیں، انہوں نے مصر کے ان فاطمی خلفاء پر بھی قلمی حملے کئے ہیں کہ جنہوں نے اسلام کی کم نظیر خدمتیں کی ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ وہ شیعہ تھے!! کیا مصر میں فاطمیوں نے علم و تمدن کو فروغ نہیں دیا تھا؟ کیا انہوں نے بہت سی مساجد تعمیر نہیں کرائی تھیں؟ کیا انہوں نے مصر سے دفاع کے لئے کشتیاں اور توپیں فراہم نہیں کی تھیں؟ ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے ان سے کیوں دشمنی پر تلے ہوئے ہو؟ جامعہ از ہر فاطمیوں ہی کے زمانۂ حکومت کی یادگار ہے۔ اسی یونیورسٹی سے شیخ محمد عبدہٗ اور اہل سنت کے بہت سے علماء صاحبان قلم اسی سے ابھرے ہیں جامعۂ از ہر ہزار سالہ تعلیمی و ثقافتی فعالیت فاطمیوں کی خدمت کی گواہ ہے، لیکن بعض اہل سنت ابھی تک انھیں کافر و بے دین کہتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہ شیعہ تھے..

خلاصہ اس کتاب، اصل الشیعہ واصولہا کو میں نے اس لئے تالیف کیا تھا تا کہ شیعوں سے اہل سنت کی دشمنی کم ہو جائے اور اپنی باتوں کو واپس لے لیا مگر

افسوس ابھی اس کا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا۔۱۴۵

دنیا بھر کے بہت سے مشہور و معروف صاحبان قلم اور دانشوروں نے خط اور تار بھیج کر ان کا شکریہ ادا کیا چند نمونے ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ روسی دانشور کریتشکوفسکی۔

اصل الشیعہ واصولہا ایک قیمتی اور معتبر کتاب ہے کہ جس سے کوئی دانشور بے نیاز نہیں ہے۔

۲۔ جرمنی دانشور ژوزف شخت لکھتے ہیں۔

میں آپ۔ ناشر۔ کا اور علامہ کاشف الغطا کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں میں نے اکثر چیزیں اس کتاب سے یاد کی ہیں، میں اپنے شاگردوں کو تاکید کرتا ہوں کہ اس کتاب کا مطالعہ کریں۔

۳۔ ترکی کے مشہور دانشور ڈاکٹر ھ، ریترفی۔

کتاب اصل الشیعہ واصولہا بہت قیمتی کتاب ہے، میں اس کتاب کے مؤلف علامہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے عظیم خدمت کی ہے، اور عنقریب مستشرقین کو یہ پیغام بھیجوں گا کہ اس کتاب کو پڑھو!

۴۔ برن یونیورسٹی کے استاد سالم کرنکو۔

کتاب اصل الشیعہ واصولہا وہ کتاب ہے جو ان پیاسوں کو سیراب کر سکتی ہے جو کہ شیعہ عقائد کے بارے میں صحیح معلومات فراہم کرنا چاہتے ہیں یہ کتاب اختصار کے ساتھ قارئین کے اختیار میں ایسی چیزیں دیتی ہے جو

کہ شیعوں کے بارے میں چند کتابوں کے خلاصہ سے بھی میسر نہیں آتی ہیں میں جرمن کے مستشرقین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو فراہم کریں تاکہ شیعوں کے بارے میں اپنی معلومات کا دائرہ وسیع کریں۔

۵۔ مصری دانشور احمد زکی پاشا۔
کتاب اصل الشیعہ واصولہا بہترین اسلوب سے لکھی گئی ہے، مؤلف نے حقیقت سے پردے ہٹائے ہیں مولف نے دوسرے جذبات کو ٹھیس پہنچائے بغیر شیعوں کا تعارف کرایا ہے، مسلمانوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کے لئے یہ کتاب بہترین ذریعہ ہے، ہم مؤلف محترم کی خدمت میں جو کہ بڑی ذمہ داری کے حامل ہیں، مبارکباد پیش کرتے ہیں ان کے ذمہ ایسی ذمہ داری انہی کا حق ہے کہ جن کو خدا نے کجروی سے جہاد کرنے اور برائیوں کو مٹانے اور مسلمانوں کے نشاط کو زندہ کرنے کے لئے منتخب کیا ہے۔

۶۔ مشہور صاحب قلم ودانشور شکیب ارسلان۔
حق یہ ہے کہ آپ کی ساری کتابیں مفید ہیں آپنے بے پناہ کوششوں کے ذریعہ شیعہ، سنی کے درمیان کے خلاء کو ممکنہ حد تک پر کر دیا ہے۔[۱۴۶]

کاشف الغطاء نے ۱۳۵۳ھ میں جعفر باقر کی کتاب "ماضی النجف وحاضرہا" پر مقدمہ لکھا جو کہ اس کتاب کی پہلی جلد میں چھپا ہے، مذکورہ کتاب تاریخ نجف

کی تحقیق کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے، تین جلدوں پر مشتمل ہے، علامہ مقدمہ میں لکھتے ہیں :

> مصر، شام اور عراق اور دیگر ممالک کے معاصر صاحبان قلم کی کوئی نہ کوئی کتاب ہر ہفتہ میرے پاس پہنچتی ہے ان کتابوں کی مثال ان میوؤں کی سی ہے جو کہ مختلف فصلوں میں آتے ہیں، مفید کتابیں جدت کے علاوہ لوگوں کی ضرورت کو بھی پورا کرتی ہیں، علم صرف و نحو کے بارے میں تو بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن تاریخ نجف ایسے موضوعات پر بہت کم لوگوں نے خامہ فرسائی کی ہے اس لئے میں اپنے نور چشم جوان و پاک دانشور جعفر کو مبارک باد پیش کرتا ہوں، حد سے زیادہ میں ان کی تعریف نہیں کرتا ہوں، اور یہ نہیں کہتا ہوں کہ ان کی کتاب پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے لیکن بخل سے کام نہیں لینا چاہئے، لوگوں کے کام کی قدر کرنا چاہئے جعفر نے اپنی پوری کوشش سے کام لیا ہے اور بے پناہ زحمتیں اٹھانے کے بعد یہ عظیم کام کیا ہے۔[۱۴۷]

مصر کے حاکم شرعی استاد احمد محمد شاکر نے اپنی فقہی کتاب، نظام الطلاق فی الاسلام، علّامہ کاشف الغطا کو ہدیہ دی کاشف الغطا نے اس سلسلہ میں انہیں اس طرح خط لکھا :

> سلام علیکم : آپ کا گرانقدر ہدیہ ملا، دوبارہ اس کا مطالعہ کیا، ژرف نگاہی، غور و تامّل، آزادیٔ فکر

اور آپ کے صحیح نتیجہ اخذ کرنے کے سلسلہ میں آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اس کتاب میں آپ نے احادیث کے مفہوم کو سمویا ہے اور دین مقدس سے خرافات کے پردوں کو ہٹایا ہے اور تقلید پارینہ کی زنجیروں کو توڑ دیا ہے، فکری جمود کے بتوں کو محکم دلیلوں سے پاش پاش کر دیا ہے، شاباش ہو آپ کو۔[۱۴۸]

اس کے بعد کاشف الغطا اس کتاب پر اپنے علمی اشکالات وارد کرتے ہیں استاد شاکر نے آپ کے خط کے متن کو مجلہ رسالۃ الاسلام کے ۱۵۷ ویں شمارہ میں شائع کیا ہے اور تحریر کیا ہے، میرے پاس جو بہترین اور شائستہ خطوط آئے ہیں ان میں سے ایک قیمتی خط میرے دوست و استاد و نجف میں شیعوں کے مرجع علامہ محمد حسین کاشف الغطا کا ہے۔[۱۴۹]

کاشف الغطا علمی تحریروں کو اہمیت دیتے تھے، خواہ کسی سنّی عالم کی کتاب ہو یا شیعہ کی، اس میں کوئی فرق نہیں تھا۔ آپ کا یہ رویّہ اس بات کا سبب بنا کہ شیعہ سنّی صاحبان قلم آپ کے گرویدہ ہو گئے جامعہ ازہر کے ڈی، سی، سے بھی آپ کی دوستی تھی اور دونوں کے درمیان اچھی خاصی خط و کتابت تھی۔[۱۵۰]

تنِ تنہا مسافر

ہارن (HORN) بجاتی ہوئی بس شہر میں داخل ہوئی، دور و دراز کا سفر طے کیا تھا، تھکے ہوئے مسافر گہری نیند میں ڈوب چکے تھے، صلوات کی آواز نے سب کو بیدار کر دیا ڈرائیور اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے اس وقت صلوات بھیجی جب بس اس روڈ پر پہنچی جس سے حرم کا طلائی گنبد صاف نظر آتا ہے مسافرین

نے آنکھیں ملتے ہوئے سامنے دیکھا وہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تھے، چوتھے نمبر کی سیٹ پر بیٹھا ہوا ایک مولوی زیر لب کچھ پڑھ رہا تھا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلِيَّ ابْنَ مُوسَى الرِّضَا آہستہ آہستہ ان کی آنکھوں سے اشک بہہ رہے تھے وہ حسین چہرہ نورانی صورت اور پاک وصاف پوشاک پہنے ہوئے تھے بس حرم پہنچ گئی لوگ بسوں سے اترے وہ بوڑھا مولوی کہ جس کے چہرے سے غم و آلام آشکار تھے حرم کی طرف چلا ان کے چہرے سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ ساٹھ سال سے زیادہ کے ہیں لیکن ان کی پیشانی کی شکنوں سے معلوم ہوتا تھا کہ بہت رنج اٹھائے ہوئے ہیں شاید باپ کے سوگوار تھے بھائیوں اور اساتذہ کی مفارقت نے انہیں بوڑھا کر دیا تھا مسلمانوں کے اختلاف اور مسلمانوں پر استعمار کے حملوں سے بھی تکلیف پہونچتی تھی جی ہاں یہ پیر کہنسال کاشف الغطاء تھے جو کہ مغرب کے دشمن اور عترت کے شیدائی تھے۔

کاشف الغطاء نے وضو کیا اور حرم میں داخل ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھے آپ کے قدم آہستہ آہستہ اٹھنے لگے۔ اب ضریح چند قدم کے فاصلے پر تھی۔ زیارت پڑھنے کے بعد زائروں کے انبوہ سے گزر کر ضریح تک پہونچے۔ ہاتھوں سے ضریح مقدس کو پکڑ لیا زبان سے کچھ نہیں کہہ رہے تھے صرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے ضریح کے چاروں طرف نالہ وشیون کی صدائیں تھیں۔

کاشف الغطاء کافی دیر تک ضریح سے لپٹے ہوئے گریہ کرتے رہے گریہ کی صدا سے ہم ان کی باتوں کو نہیں سن سکتے تھے لوگوں کے مجمع سے ہم کو آگے سے لے گئے ہم ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے آہستہ سے ایک بات کہی :

اے امام رضا ہم آپ کے جد کی قبر مبارک کے پاس سے
آئے ہیں ہم آپ کے مہمان ہیں مجھے اتنی توفیق مرحمت

فرمائیے کہ میں مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے
کے سلسلے میں کوئی کوتاہی نہ کروں ۔ اے امام رضاؑ
آپ خود مسلمانوں کے ممالک کو استعمار کے چنگل سے نجات
دیجئے ۔

کاشف الغطاء نے ایران میں ۸ ماہ قیام کیا[151] بہت سے شہروں کا سفر کیا جہاں بھی تشریف لے جاتے بیداری کا بیج چھڑک جاتے اور لوگوں کو اسلام سے روشناس کراتے ۔ آپ نے کرمان شاہ ، ہمدان ، اصفہان ، شاہرود ، تہران ، قم ، آبادان ، خرّم شہر کا معائنہ کیا ۔ فارسی میں اچھی طرح بات چیت کرتے تھے مختلف شہروں کے علماء سے آپ کی نشست و برخاست تھی ۔

آپ نے قم میں امام رضاؑ کی خواہر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی زیارت کی ۔ مرجع تقلید اور موسّس حوزۂ علمیہ قم آیۃ اللہ عبدالکریم حائری یزدی آپ کے میزبان تھے ۔ آیۃ اللہ حائری حوزۂ علمیہ قم کے بہترین استاد تھے ۔ صحن حرم میں نماز پڑھاتے تھے زائر اور دوسرے لوگ ہزاروں کی تعداد میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے انھوں نے کاشف الغطا سے درخواست کی کہ میرے بجائے آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں انہوں نے بھی قبول کر لیا اور نماز جماعت کے بعد تقریر کی[152]

آپ بہت دنوں تک ایران کے شہروں کا سفر کرتے رہے یہاں تک کہ وہاں کے لوگوں کی تہذیب وثقافت سے آشنا ہو گئے اور انھیں اسلام کی ثقافت سے مزید آشنا کیا ۔ انہوں نے عراق لوٹ جانے کا عزم کیا اصفہان تشریف لے گئے اور وہاں سے شیراز کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں بس ایک دریا میں جا پڑی ۔ خدا نہیں چاہتا تھا کہ مسلمان جلد ہی اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہو جائیں

کاشف الغطاء زخمی ہوئے انہیں شیراز کے میڈیکل پہونچایا گیا۔ ڈاکٹروں کی کوششوں سے روز بروز آپ کی حالت بہتر ہوتی گئی چند روز میڈیکل میں بھرتی رہے اور رفتہ رفتہ آپ کی حالت بہتر ہوتی گئی اور میڈیکل سے مرخص ہو گئے دو ماہ تک کسی شیرازی کے یہاں آرام کیا تاکہ بالکل صحیح ہونے کے بعد عراق پہونچیں۔[۱۵۳]

شیراز دانشوروں اور شاعروں کا شہر ہے وہاں بہت سے عظیم دانشوروں اور شاعروں نے تربیت پائی ہے۔

اکیس رمضان تیرہ سو باون (۱۳۵۲ھ ق) وکیل کی عظیم مسجد میں حضرت علی علیہ السّلام کے سوگواروں اور روزہ داروں کا جمّ غفیر تھا۔ شہر و دیہات سے دور و نزدیک سے مرد و عورت پیر و جوان وہاں جمع ہوئے تھے تاکہ شیعوں کے پیشوا کی شہادت کے موقع پر سوگواری کریں کاشف الغطاء بھی لوگوں کے ساتھ امام کی عزاداری میں شریک تھے۔ آپ کی اقتداء میں نماز جماعت ہوئی شیراز کے دانشوروں علماء اور عزادار لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ نماز عید الفطر بھی آپ کی اقتداء میں ادا کی گئی آپ نے نماز عید کے خطبوں میں عربی و فارسی میں تقریر کی[۱۵۴]

کاشف الغطاء صحت یاب ہونے کے بعد عراق کی طرف روانہ ہو گئے آپ کازروں اور بوشہر اور وہاں سے کشتی کے ذریعہ آبادان و خرّم شہر چلے گئے۔ خرّم شہر کے امام باڑے میں تقریر کی لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی تین روز تک خرّم شہر میں قیام کیا اور وہاں سے کشتی کے ذریعہ بصرہ تشریف لے گئے۔ بصرہ کے بہت سے شیعہ جنھوں نے آپ کی واپسی کی خبر سنی تھی وہ سرحد کے اس طرف آپ کے استقبال کے لئے آئے۔ کاشف الغطاء نے بصرہ کی دو مساجد مقام و امام میں تقریر کی آپ کی اس تقریر کا متن "الخطب الاربع" کتاب

میں چھپ چکا ہے اس کے بعد آپ ٹرین کے ذریعہ ناصریہ تشریف لے گئے۔ دیوانیہ وحلہ سے بھی آپ گزرے اور تمام شہروں میں تبلیغ کرتے اور نماز جماعت کا قیام کرتے ہوئے نجف پہونچے۔

ولایت فقیہ

شیعہ مجتہدین عقل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گزشتہ لوگوں کے طور طریقوں اور اپنے زمانے کے لوگوں (عرف) اور گزشتہ صدیوں میں شیعوں کے مرجع تقلید اور فقہا کے فتوؤں (اجماع) سے احکام شرعی کو قرآن کی آیتوں اور پیغمبر و ائمۂ معصومین علیہم السلام کی احادیث و سیرت سے اخذ کرتے ہیں۔

حوزات علمیہ کی بہت سی علمی شخصیتیں جیسے، شیخ طوسی، نے اہل سنت کے علماء کے فتوؤں کی بھی تحقیق کی ہے۔ فقہ تطبیقی علم فقہ کی ہی شاخ ہے کہ جس میں شیعہ و سنّی علماء کے فتوؤں کے اختلاف کو بیان کیا جاتا ہے۔

مجلّۃ العدل عثمانی شہنشاہیت کے دور اقتدار میں سنی علماء کی طرف سے قانون مدنی کے عنوان سے پہچانا جاتا تھا اہل سنت کی تمام عدلیہ مشنری اسلامی ممالک میں عثمانی شہنشاہیت کے زیر فرمان تھیں شکایتوں اور جھگڑوں کے بارے میں یہ کتاب قانونی حیثیت کی حامل تھی اور اختلاف کی صورت میں اس کی طرف رجوع کیا جاتا تھا یہ کتاب دانشکدۂ حقوق کے نصاب میں شامل تھی۔ مجلّۃ العدل عرصۂ دراز تک عثمانی شہنشاہیت کی عدالت میں دادرسی کے قانون میں برتری کا مالک تھا[156]

مجلّۃ العدل میں اہل سنت کے فقہی فتوؤں کو حقوق و جزائی قوانین میں آرٹیکل کی صورت میں مرتب کیا گیا تھا کاشف الغطاء فرماتے ہیں میں نے اس

کتاب کو جو کہ عثمانی شہنشاہیت کے زمانے سے ابھی تک حقوقی اداروں میں عدلیہ کے قانون کا متن بنی ہوئی تھی اس کی تحقیق و تجزیہ کیا کہ اس میں تصحیح کی ضرورت ہے اس کتاب میں جیساکہ اس کے انداز نگارش سے ہویدا ہے، فقہی پہلو اس کے قانونی پہلوؤں پر برتری رکھتے ہیں اِس کتاب کو فقہ قانونی کہنا چاہیئے"۔ ۱۵۷

استعمار گر خصوصاً حکومت برطانیہ نے یہ ارادہ کیا کہ علم فقہ کو نابود کر دیا جائے اسی لئے انھوں نے حیلہ گری سے کام لیا اور فقہ شیعہ سے شرائع الاسلام کا اور فقہ اہل تسنن سے ہدایہ کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ان دو کتابوں کا ایک مغلوبہ بنا کر کہ جس میں اسلام کے انقلاب اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد اور دفاع وغیرہ کے مسائل نہیں تھے، "جامع الشریعۃ المحمدیۃ الانگلسیہ" کے نام سے پیش کیا انہوں نے اس کتاب کو اپنے زیر تسلط ممالک میں خصوصاً ہندوستان میں نشر کیا برطانیہ نے عثمانی حکومت میں بھی یہی کام انجام دیا اسلامی اور مغربی قوانین کو مخلوط کر کے قوانینِ اسلامی کے نام سے لوگوں میں تقسیم کر دیا انہوں نے بیل جیک کے قوانین میں تھوڑی سی ردوبدل کر کے قانونِ اساسی کے نام سے ایران میں پاس کرالیا۔ عراق اور مصر بھی ان کے ثقافتی حملوں کی زد میں آگئے۔ ۱۵۸

کاشف الغطاء نے مجلۃ العدل کے نواقص کو روشن کرنے کے لئے موقع مناسب سمجھا اور فقہ شیعہ سے دنیا والوں کو روشناس کرنے کا بھی سنہری موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا آپ بہت ذہین و زیرک تھے یہ سمجھ گئے تھے کہ لوگوں میں اور عدلیہ کے دانشوروں اور حکومتوں میں اس کتاب کی مقبولیت کا راز اس کا سادہ اور سلیس اسلوب نگارش ہے اور پھر پہلی بار قانون کے آرٹیکل کے پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ نے بھی اسی اسلوب کو اختیار کیا اور تحریر المجلۃ کتاب لکھی۔

تحریر المجلہ کی پہلی جلد ۱۳۵۹ھ ق میں اور اس کی دوسری جلد ۱۳۶۰ھ ق میں مکمل ہوئی [۱۵۹] اور نجف میں شائع ہوئی [۱۶۰] کتاب کی تین جلدیں اور بھی شائع ہوئیں [۱۶۱] تحریر المجلہ نے قارئین میں بہت جلد مقبولیت حاصل کرلی چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے کتاب کمیاب ہوگئی اور دوبارہ چھپوانی پڑی تیسری بار ۱۳۶۳ھ ق میں پہلے ایڈیشن کے تین سال بعد شائع ہوئی۔

کاشف الغطاء ان مراجع تقلید میں سے ایک تھے کہ جو جرأت اور دوسروں کی مخالفت کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے فتوؤں کو بیان کرتے تھے وسعتِ نظر ان کی اجتہادی خصوصیات میں سے ایک تھی۔

آپ اجتہاد میں زمان و مکان کے اثر کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور آپ یہ بات محسوس کر چکے تھے کہ احکامِ اسلام کو صرف مجتہد کی صواب دید پر موقوف نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ ایسے کاموں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ احکام اسلام خشک اور بیجان قالب میں ڈھل جائیں کاشف الغطاء مسجد بنانے کے سلسلے میں فرماتے ہیں کیا ایک چھوٹے سے محلے میں چند مسجدیں بنانا مناسب ہے؟ اس سے لوگ متعدد مسجدوں میں بٹ جائیں گے اور نتیجہ میں ہماری مسجد بے رونق ہو جائے گی اور کبھی ان میں تالا پڑ جائے گا اب دوسری مسجدوں کا بے رونق ہونا بھی قابل افسوس بات ہے کیا اس صورت میں بھی مسجدیں بنانا کار ثواب ہے؟ آپ مراجع تقلید سے درخواست کرتے ہیں کہ اس سلسلے میں لوگوں کی راہنمائی کریں اور اسلام کے آداب و رسوم ، جیسے نماز اور عزاداری امام حسین علیہ السلام کی تابانیوں میں کمی نہ آنے دیں لوگوں سے فرماتے ہیں مدرسہ اور اسپتال وغیرہ بنانے کی بھی کچھ فکر کرو [۱۶۲]

عراق کا مشہور صاحب قلم مدیر روزنامہ "جعفر خلیلی" کہتا ہے میں نے اپنی اس تقریر میں جو کہ آیۃ اللہ سید ابوالحسن اصفہانی کے سلسلے میں کی تھی یہ بیان

کیا کہ ابوالحسن وہ پہلے مجتہد ہیں جنھوں نے یہ حکم دیا کہ جس عورت کے شوہر کو پانچ سال کی سزا ہو جائے وہ طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے، خلیلی کہتا ہے تھوڑی دیر کے بعد کاشف الغطاء نے کہا کہ میں نے سالہا قبل یہ حکم صادر کیا تھا کہ وہ عورت طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے کہ جس کا شوہر سل کی بیماری میں مبتلا ہو جائے، خلیلی کہتا ہے کہ میں نے آپ سے دریافت کیا اس سلسلے میں آپ کی فقہی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجتہد خود قانون بنانے والا ہے [۱۶۳]

امام خمینیؒ بانیٔ حکومت اسلامی فرماتے ہیں جو حکومت و ولایت رسولؐ اکرم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے لئے ثابت ہے وہی فقیہ کے لئے ثابت ہے ولایت فقیہ کا موضوع کوئی نئی بات نہیں ہے کہ جس کو ہم نے پیش کیا ہو بلکہ یہ مسئلہ تو ابتدا ہی سے موضوع بحث رہا ہے ...

جیسا کہ لوگوں نے نقل کیا ہے کہ مرحوم کاشف الغطاء نے بھی بہت سے ایسے مطالب بیان کئے ہیں [۱۶۴]

کاشف الغطاء مراجع تقلید شیعہ کے اختیارات کے بارے میں فرماتے ہیں: فقیہ لوگوں کے امور اور ہر اس چیز پر حکومت و ولایت رکھتا ہے کہ جس کی معاشرہ کے نظام کو ضرورت ہوتی ہے، ولایت فقیہ ان تمام چیزوں کو شامل ہے جو کہ اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق ہوں آپ فقیہ کو طبیعی منابع اور انفال کے سلسلے میں مختار کامل سمجھتے ہیں [۱۶۵] وہ ایسے مجتہد تھے جو نئے مسائل میں دیگر مراجع سے جلد فتویٰ صادر کرتے تھے [۱۶۶]

شہر کرند میں

کاشف الغطاء ۱۳۶۶ھ ق میں شہر کرند تشریف لے گئے، کرند قصر شیریں

کے قریب ایک چھوٹا سا شہر ہے وہاں ایک قدیمی مسجد ہے جو کہ مرور زمانہ اور آندھیوں کی وجہ سے خرابے میں بدل چکی تھی اسے دوبارہ تعمیر کیا اور دس روز تک کرند میں قیام پذیر رہے عید کے روز کرند میں دسیوں ہزار تاجر اور کرمانشاہ کے لوگ جمع ہوئے ابھی صبح نمودار نہیں ہوئی تھی کہ دور سے ان لوگوں کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی کوئی چیز نظر آئی وہ اپنے ہاتھوں میں بڑے کاغذ کے اللہ اکبر لا الہ الا اللہ لکھے ہوئے بینر لئے ہوئے تھے روزہ دار ایک مہینہ تک احکام خدا کی پیروی کرنے کے بعد جمع ہوئے تھے تاکہ اپنے نفس امارہ پر کامیابی حاصل کرنے کے بعد جشن منائیں، عید تھی سب نماز کے لئے کھڑے تھے کاشف الغطا نے نماز عید پڑھانے کے بعد تقریر کا آغاز کیا اور شہر کرند مسرتوں میں ڈوب گیا[۱۶۷]

فلسطین ...

۱۳۲۷ھ ق مطابق ۱۹۴۸ء میں یہودیوں نے فلسطین پر قبضہ جمالیا اور حکومت اسرائیل کی تاسیس کی فلسطین آسمانی پیغمبروں کی جائے ولادت، بیت المقدس اور مسلمانوں کا قبلہ اول مسجد اقصیٰ یہودیوں کے ہاتھوں میں چلا گیا برطانیہ نے یہودیوں کی ہر طریقہ سے مدد کی اور تھوڑے دنوں کے بعد اس کی جگہ امریکہ نے لے لی، عرب کے بعض ممالک جیسے شام اور مصر نے اسرائیل سے جنگ لڑی، کاشف الغطاء نے مسلمان مجاہدین کے لئے پیغام بھیجا اور جنگ جاری رکھنے کے سلسلے میں انھیں تشویق دلائی آپ نے اس پیام کے ضمن میں فرمایا:

جان لو کہ خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا مگر یہ کہ اس
سے لو لگاؤ اس کی طرف بڑھو اور حرام کاموں سے بچو
اس صورت میں خدا تمہیں اور فلسطین کے لوگوں کو

کامیابی عطا کرے گا[۱۶۸]

کاشف الغطاء لوگوں کو استعمار کے خطرے سے ہمیشہ آگاہ کرتے تھے اور آپ نے بارہا مسلمانوں کی تفرقہ بازی کے تلخ نتیجہ کی وضاحت کی ہے آپ نے اہلسنت کے دانشوروں اور صاحبان قلم سے تبادلۂ خیال کیا مگر افسوس کہ انھوں نے آپ کی باتوں پر کان نہ دھرے آخر کار برطانیہ کے استعمار نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کے قبلۂ اوّل کو یہودیوں کے ہاتھوں میں دے دیا یہودیوں کے مظالم نے فلسطین میں ہر حرّیت پسند انسان کے دل کو خوف زدہ کر دیا۔

کاشف الغطائ نے فلسطین کے چھن جانے کے بعد اپنی تقریروں اور تحریروں اور عام لوگوں، دانشوروں اور دنیا کے سیاست مداروں سے گفتگو کے دوران مسئلۂ فلسطین پر روشنی ڈالی اور فلسطین پر قابض یہودیوں سے جنگ کرنے کی دعوت دی۔

پاکستان کی اسلامی کانفرنس

کاشف الغطاء نے ۱۳۶۹ھ ق کو تیسری بار ایران کا سفر کیا اور امام رضاؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ نے ایک سال بعد لبنان کا سفر کیا پیرانہ سالی نے آپ کو بہت متاثر کیا، آپ کی عمر چھہتّر سال سے زائد ہو چکی تھی معالجہ کے لئے کافی دنوں تک لبنان میں قیام پذیر رہے[۱۶۹]

کراچی کی جمیعت اخوّت اسلامی نے ۱۳۶۸ھ ق میں اسلامی ممالک کی ۱۷ نمایاں شخصیتوں کو دعوت دی تاکہ وہ ایک کانفرنس کا انعقاد کریں اور مسلمانوں کے اتّحاد کے بارے میں باہمی گفتگو کریں۔ عراق سے جناب امجد ذہابی نے یہ پیش کش کی کہ عالم اسلام کی ایک انجمن کی تاسیس کی جائے اور اس

انجمن کی شاخ مسلمانوں کے ہر ملک میں قائم کی جائے ۱۷۰

ان کی پیشکش قبول کرلی گئی اور ایک سال بعد دنیائے اسلام کا کراچی میں ایک سیمنار ہوا جس میں ۳۶ مسلمان ممالک کے نمائندوں نے شرکت کی اس میں ان مسلمانوں کے نمائندوں نے بھی شرکت کی جو غیر مسلم ممالک میں مقیم ہیں ۱۷۱

دوسری کانفرنس ۱۳۷۱ھ ق کو کراچی میں منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں آیۃ اللہ کاشف الغطاء نے شرکت کی، پاکستان کے بہت سے علماء ایئرپورٹ پر آپ کے استقبال کے لئے آئے، عالم اسلام کے اس سیمنار میں آپ نے جو تقریر کی اس کا سات زبانوں میں ترجمہ ہوا، تقریر کا متن عربی میں بھی چھپا ۱۷۲ خسرو شاہی اور جلال الدین فارسی دونوں نے جداگانہ طریقہ سے آپ کی تقریر کا فارسی میں ترجمہ کر کے طبع کیا، کاشف الغطاء کی تقریر کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں :

اے اللہ میری ہڈیوں میں ضعف آگیا ہے اور پیری کی وجہ سے میرے سر کے بال سفید ہو گئے ہیں، پالنے والے میں تیرے الطاف سے نا امّید نہیں ہوں ۱۷۳

خدا وہ ہے کہ جس نے اَن پڑھ لوگوں کے درمیان رسولؐ بھیجا جو کہ ان پر خدا کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان کے نفسوں کو پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب (قرآن) اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ اس سے قبل وہ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

یہ آیت اَن پڑھ اور تہذیب و تمدن سے عاری لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، انسان جہالت کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے، دنیا ظلم و ضلالت کی تاریکی میں

مستغرق تھی، اس زمانہ کے انسان کی مثال اس کشتی
کی تھی جو گھرے دریا میں طوفان خیز موجوں میں گھر گئی
ہو، عرب بت پرست تھے، فقر و ناداری کا خوف انھیں
بچے ذبح کرنے پر ابھارتا تھا، وہ مختلف گروہوں میں
منقسم تھے کہ جن کو علم و عقل، صنعت، کاشتکاری
اور نظم و ضبط چھو کر بھی نہیں گیا تھا، آفتاب اسلام ایسے
زمانہ میں طلوع ہوا کہ جس میں عرب اور ساری دنیا کے
لوگ پستی، بدبختی اور نکبت میں زندگی گزار رہے تھے،
اسلام نے ان کے بہرے کانوں کو سننے والا اور نصیحت
پذیر بنادیا، ان کی آنکھوں کو کہ جنھیں کفر کی تاریکی نے
اندھا کر دیا تھا، بینائی بخشی، تاریک قلوب کو روشنی
عطا کی کفر کے رنگ سے انھیں پاک کیا، تمام چیزوں کو
بہترین طریقہ سے بدل دیا لیکن ہم نے خوبیوں کو برائیوں
سے تبدیل کر دیا۔

تحریک اسلام نے پہلا اقدام یکتا پرستی۔ توحید۔ اور
بشر کے مساوی حقوق۔ مساوات۔ کے سلسلہ میں اٹھایا
، قانون ساز انسانوں کے لئے ہے، اسلام میں کسی کو کسی
پر برتری حاصل نہیں ہے مگر تقوے والے کو، پیغمبر اسلام
نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا
تھا صہیب رومی کو بلال حبشی کا اور سلمان فارسی کو
ابوذر غفاری کا بھائی بنایا تھا۔

بیس سال قبل میں نے ایک جملہ بیان کیا تھا جو کہ ہر جگہ نشر ہوا، وہ جملہ یہ ہے اسلام دو پایوں پر استوار ہے ایک توحید واتحاد "کلمة التوحید وتوحید الکلمة"، اسلام یکتا پرستی کا آئین ہے اور قانون سب کے لئے ہے، حضرت علیؑ عمر کی خلافت کے زمانہ میں ایک یہودی سے معاملہ میں عدالت میں تشریف لے گئے عمر نے حضرت علیؑ سے کہا: اے ابوالحسن یہودی کے پاس کھڑے ہو جائیں یہ جملہ سُن کر حضرتؑ کے چہرۂ اقدس کا رنگ بدل گیا جب فیصلہ ہو گیا تو عمر نے حضرت علیؑ سے کہا: اے ابوالحسن شاید آپؑ کو میری بات ناگوار ہوئی تھی، آپ نے فرمایا مجھے اس جملہ سے تکلیف نہیں ہوئی تھی بلکہ اس سے تکلیف ہوئی تھی کہ تم نے مجھے لقب سے پکارا جبکہ یہودی کو اس کے نام سے پکارا (عربوں کے درمیان لقب سے پکارنے کو برتری کی علامت سمجھا جاتا تھا) اے عمر تم نے ہمارے درمیان مساوات کا خیال نہ کیا جبکہ قانون کی نظر میں مسلمان و یہودی برابر ہیں۔

تاریخ میں مسلمانوں کے علاوہ کسی ایسی ملّت کا تذکرہ نہیں ہے کہ جو اخلاقِ انسانی سے آراستہ ہو، انہوں نے مغرب و مشرق پر پچاس سال سے کم ہی حکومت کی ہے

ایران کا بادشاہ اور روم کا شہنشاہ، اس زمانہ کی دو بڑی طاقتوں نے اپنی شکست تسلیم کرلی، مساوات ویکتا پرستی کے جذبہ میں کیسے سستی پیدا ہوگئی، مسلمان زمانۂ جاہلیت سے بھی بدتر حالات کی طرف کیوں کر پلٹ گئے کہ ان کے درمیان بات بات میں اختلاف ہے۔

ابھی پہلی صدی ہجری مکمل نہیں ہوئی تھی کہ گوناگوں قسم کے مذاہب پیدا ہوا گئے اوّلین فتنہ جو کہ قلب اسلام پر تیر کی مانند لگا وہ خوارج کا فتنہ تھا اس کے بعد معتزلہ اشعریہ، مرجئہ، قدریہ، زیدیہ، امویہ، ظاہریہ، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ وجود میں آئے، اصول وفروع دین اور تمام چیزوں میں اختلاف ہوگیا، بادشاہوں اور حکام نے اختلاف کو ہوا دی، کیوں کہ ان کا شعار ہی، اختلاف ڈالو اور حکومت کرو، تھا، استعمار گروں نے موقع غنیمت سمجھا اور تجاوز کا آغاز کر دیا مسلمانوں کے ممالک ان کے چنگل میں پھنس گئے اور جنگل میں پڑی ہوئی لاوارث لاش کی طرح ہو گئے جسے کتے کھاتے ہیں۔

حکومتِ پاکستان اسلام کے نام سے تاسیس ہوئی۔

پاکستانی فرزندانِ اسلام ہیں۔ اس حکومت کے دستور العمل کو قرآن اور سنت پیغمبرؐ کے مطابق ہونا چاہیے پاکستان اسلام کے نام پر ہندوستان سے جدا ہوا ہے، اس لئے دوسری ان حکومتوں سے جو کہ نژاد اور

سرزمین کو اپنی تاسیس کا شعار بناتی ہیں، نمایاں ہے لہٰذا میں نے یہ فتویٰ دیا تھا: پاکستان کی حکومت کا تعاون تمام مسلمانوں پر واجب ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ پاکستان کی حکومت قرآن کی نگہبان اور احکام اسلام کو برپا کرنے والی ہے۔

اے مسلمانو! جان لو کہ ایک روز تمہاری عظمت، برتری اور استقلال لوٹ آئے گی، ہماری تمنا اس وقت پوری ہوگی جب ہم عملی طور پر مسلمان ہوں گے، صرف مسلمان ہونے کے دعوے سے نہیں، جب ہمارا ایمان حقیقی ہوگا اور ہمارے عمل سے ایمان ہویدا ہوگا بالکل اسی طرح جیسا کہ حلوا کہنے سے منہ میٹھا نہیں ہوتا ہے اور پانی کہنے سے سیراب نہیں ہوتے ہیں، مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کافی نہیں ہے، اگر ہم اس دعوے کو اپنی پیشانی پر بھی لکھ لیں تو بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے مگر یہ کہ اسے اپنے دل پر ثبت کرلیں اور اپنے اخلاق کو اسلام کے احکام سے ہم آہنگ بنالیں۔

ہم نے سفر کی مشقتیں برداشت کر کے اس کانفرنس میں شرکت کی ہے، ہم اس آرزو کے ساتھ پاکستان آئے ہیں کہ اس کانفرنس اور حکومت پاکستان کے وسیلہ سے اسلام کو نئی زندگی دلائیں اور ایک ایسی مبارک تحریک کو وجود دیں جو کہ مسلمانوں کی روح کو

زندہ کر دے اور خوش بختی فراہم کرے اور عراقی ، یمنی ، حجازی اور ایرانی و پاکستانی متحد ہو جائیں اور ان کے درمیان دوستی و صفا قائم ہو جائے ۔
ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہماری تاریخ عیسوی زرتشتیوں والی ہے ، ہم مسلمان ہیں لیکن اتوار کے روز چھٹی کرتے ہیں ، ہم مسلمان ہیں لیکن انگریزی میں گفتگو کرتے ہیں ، ہم مسلمان ہیں لیکن عربی سے نابلد ہیں ، قرآن کی زبان عربی سے واقفیت نہیں ہے ہاں غیروں کی زبان میں اچھی طرح بات چیت کر لیتے ہیں ۔ سستی اور کاہلی ہمارے اوپر اس طرح چھا گئی ہے میں نے سنا ہے کہ مسلمان دانشور جس کانفرنس میں اسلام سے متعلق گفتگو کرتے ہیں وہیں موذن کی اذان پر نماز کے وقت اٹھ کر نماز نہیں پڑھتے ہیں ۔
ہم مسلمان ہیں لیکن ہمارے متمول حضرات ناداروں کی مدد نہیں کرتے ہیں محترم حاضرین اسلام کہاں ہے ؟ اس کی علامات کہاں ہیں ؟ ہماری یہ حالت ہو گئی ہے کہ باتیں ملانا اور کام نہ کرنا ہمارے معاشرہ کا المیہ ہے اے مسلمانو ! اپنی طاقت کو ایک جگہ جمع کر لو اپنی صفوں کو منظم کر لو ، اسلحہ ہاتھ میں اٹھاؤ کہ عالمی سیاست نے اسلامی اور عربی ممالک پر حملہ کر دیا ہے ، وہ سیاست جو کہ خشک و تر دونوں کو جلاتی ہے اور قومی و ضعیف

دونوں کو نابود کرتی ہے، وہ سیاست ظالم استعمار کی ہے جوکہ ہر روز نئے لباس جدید نام اور بدلے ہوئے چہرے کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ ایک روز دل سوزی کے نام سے تو دوسرے روز پشت پناہ کے نام سے کبھی ثالثی کے عنوان سے اور آج شرق سے دفاع کے نام پر ظاہر ہوا ہے جبکہ مشرق وسطیٰ کے محاذ پر اس کا کریہہ المنظر چہرہ ماسک کے نیچے سے آشکار ہے، آج کل اس ظالم کی رسوائیاں مصر، تیونس، مراکش، الجزائر اور دیگر ممالک میں بخوبی دیکھی جاسکتی ہیں[175]۔

حکومت ایران نے ابھی اس گندی سیاست کے چنگل اور ڈنک سے نجات حاصل نہیں کی ہے اور اس کو نجات نہیں مل سکتی مگر یہ کہ تمام لوگ متحد ہو جائیں[176]۔

بارگاہ خداوند عالم میں میری دعا ہے کہ تمام اسلامی ممالک کو مکمل کامیابی اور استقلال عطا فرما اور ہماری اس کانفرنس سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچے۔

اے مسلمانو! تم سب کو میرا وہ پیغام پہنچے جو کہ قلب سوزاں اور مہربان باپ کے دکھے دل سے نکلا ہے، اس باپ کے دل سے کہ جس نے ناگواریاں دیکھی ہیں اور تجربات کئے ہیں، اس باپ کے دل سے جس کو حوادث نے ضعیف اور مرور ایام نے بوڑھا بنا دیا ہے۔

پروردگارا میری ہڈیوں میں ضعف آگیا اور ضعیفی کی

وجہ سے میرے سر کے بال سفید ہو گئے ہیں لیکن میں تیری عنایات سے ناامید نہیں ہوں، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ [۱۷۷]

کاشف الغطاء کی جوشیلی تقریر نے دلوں پر اثر کیا، کانفرنس کے دانشور شرکاء آپ کے گرد جمع ہو گئے کوئی آپ کے رخسار کا بوسہ دیتا تھا کوئی ہاتھ چومتا تھا۔ اہل سنت کے علماء بھی اپنی اشکبار آنکھوں سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے میں نہیں جانتا کہ انہوں نے آپ کی پیشانی میں کیا دیکھا تھا، سب ہی ان کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

کاشف الغطاء نے تقریباً ایک ماہ دس روز پاکستان میں قیام کیا، لاہور، راول پنڈی اور آزاد کشمیر و پیشاور کا سفر کیا [۱۷۸] اہل سنت کے دانشوروں اور علماء سے شہر شہر گفتگو کی، انہیں اتحاد کی دعوت دی، مسلم ممالک خصوصاً تیسری دنیا میں استعمار کے نفوذ کی راہوں کی وضاحت کی مغرب کے ثقافتی حملوں سے نمٹنے کے طریقے بتائے، فلسطین اور لاکھوں مسلمانوں کے آوارہ وطن ہو جانے کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ اور ان سب سے پاکستان میں اسلامی قوانین کے نافذ کرنے کی سفارش کی۔

فصل پنجم
فریاد

فصل پنجم

فریاد

نیو یارک سے تار

نیو یارک ۱۵ / مارچ ۱۹۵۴ء

محضر مقدس دانشمند محترم محمد حسین کاشف الغطا، نجف، عراق

محترمی سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ ہمارے ہم عقیدہ ہیں اسلام اور مسیحیت بہت سے مقاصد اور زاویوں سے مشترک ہیں اسی طرح شیطانی چال اور کمیونزم ہم دونوں کے دشمن ہیں پس جب ہم مقاصد اور مدمقابل کے لحاظ سے مشترک ہیں تو کیوں نہ ہم ایک دوسرے کا تعاون کریں؟

ہم اسلام و مسیحیت کی نمایاں شخصیتوں سے مشورہ کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ دونوں مذاہب کی دینی شخصیتوں کو ایک جگہ جمع ہونے کی دعوت دیں اور ان کے نظریات معلوم کریں اور دونوں ادیان کے

مذہبی قائدین تعاون کا طریقہ سوچیں، میں نے امریکہ کی مشرق وسطیٰ کو دوست رکھنے والی انجمن سے یہ بات کہہ دی ہے اور اس نے میری بات کو منظور کر لیا ہے اور اسلام و مسیحیت کے مذہبی دانشوروں کی ثقافتی کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں مذکورہ انجمن نے آمادگی کا اعلان کر دیا ہے اور مجھے اس اجتماع کا منتظم مقرر کیا ہے۔

ناچیز ہی کو اس بات پر مامور کیا گیا ہے کہ مسیحیت سے ۲۵ اور عالم اسلام سے بھی ۲۵ علماء کو دعوت دوں تاکہ ۲۲ر اپریل ۱۹۵۴ء کو لبنان کے شہر "بحمدون" کے اسماء دون ہوٹل میں کانفرنس منعقد کی جا سکے اور ہم ۸ر روز تک صدق و صفا کے ماحول میں دونوں مذاہب کے رہبروں کی علمی گفتگو اور تقریروں سے تعاون کی راہ تلاش کر سکیں۔

یہ کانفرنس روزنامہ نگاروں کے شور و ہنگامہ سے دور آزاد فضا میں برگزار ہو گی جن علماء کو دعوت دی گئی ہے وہ اسلام و مسیحیت میں ان اخلاقی اقدار سے بحث کریں جو میٹریل ازم کو کمزور کرتے ہیں اس کانفرنس میں درج ذیل موضوعات پر تقریریں ہوں گی

۱۔ اسلام و مسیحیت میں معنوی اقدار۔

۲۔ اسلام و مسیحیت کی نظر میں انسان کی عظمت و منزلت

(الف)۔ فرد کے بارے میں۔
(ب)۔ خاندان کے بارے میں۔
(ج)۔ سماج کے بارے میں۔
۳۔ ایسی مفید راہوں کی تلاش جو زندگی کے لئے رونق بخش ہوں۔
(الف)۔ اسلام میں زکات اور اس کی وسعت۔
(ب)۔ مسیحیّت میں نیکو کاری اور عدالت اجتماعی۔
۴۔ عہد حاضر میں کمیونزم کا خطرہ اور اسلام و مسیحیّت کا ردّ عمل۔
۵۔ عملی نقطۂ نظر سے اسلام و مسیحیّت میں جوان نسل میں معنوی اقدار منتقل کرنے کے کیا طریقے ہیں؟ اور کمیونزم سے مبارزہ کے لئے تعاون کے کون سے راستے ہیں؟
کانفرنس کے شرکاء ہر روز دو یا تین میٹنگوں میں شریک ہوں گے اور مذکورہ موضوعات کے سلسلے میں تبادلۂ خیال کریں گے امید ہے کہ برادری اور دوستی کے سلسلے میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے،۔
عالم اسلام اور مسیحیّت کے جن لوگوں کو دعوت دی گئی تھی ان میں سے اکثر نے ہماری دعوت کو قبول کر لیا ہے، آپ اس انجمن کے بارے میں عراق کے وزیر اعظم ڈاکٹر محمد فاضل جمالی، سید عبد اللہ بکر اور سید موسیٰ شہ بندر سے معلومات فراہم کر سکتے ہیں۔

امید ہے کہ آپ ہماری دعوت کو قبول فرمائیں گے اور اپنے نظریات سے مستفید فرمائیں گے، آپ کی آمد ورفت اور لبنان میں قیام کا خرچ انجمن ادا کرے گی توقع ہے کہ جلد سے جلد تار کے ذریعہ اپنے جواب سے آگاہ فرمائیں گے تاکہ اگر آپ کانفرنس میں شرکت سے معذور ہوں تو آپ کی بجائے کسی دوسرے کو دعوت دی جاسکے والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

سکریٹری ۱۹ےا

پردے کے پیچھے

دوسری جنگ عظیم کے بعد روس اور امریکہ دو بڑی طاقت بن کر میدان میں آئیں اور دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف سرد جنگ کا آغاز کیا اپنے حریف کو شکست دینے کے سلسلے میں ہر ایک نے بھانت بھانت کے ہتھیار استعمال کئے، امریکہ کہ جس نے برطانیہ کے بوڑھے استعمار کی جگہ کو اچھی طرح پُر کر دیا تھا اور تیسری دنیا کے معادن، تیل، قدرتی خزانوں پر قابض ہو گیا تھا اور روس کا مدمقابل قرار پاگیا تھا، دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا مشرق ومغرب کے دو بلاکوں میں تقسیم ہو گئی تھی، امریکہ کے ذرائع ابلاغ ریڈیو، روزنامے، اور مجلّے دن رات ایسی خبریں نشر کرتے تھے کہ مشرق وسطیٰ میں روس کی مقبولیت بڑھتی جارہی ہے۔ امریکہ مسلمانوں کو سوشل ازم کے غار میں گرنے

سے ایسے ڈراتا تھا کہ وہ ایک دم امریکہ کے سرمایہ داری کے کنوؤں میں گر کر ہلاک ہوجاتے امریکہ نے ایران میں جو کام کیا تھا اس سے ایران کو برطانیہ اور روس سے تو نجات مل گئی تھی لیکن ماں سے زیادہ مہربان دایہ (امریکہ) کی گود میں جا پڑا تھا۔

امریکہ اور روس کی نفسیاتی سرد جنگ عروج پر تھی، امریکہ مشرق وسطیٰ میں ٹھکانے کی تلاش میں تھا، مغربی استعمار ہمیشہ مشرقی ایشیاء اور مشرق وسطیٰ سے دلچسپی رکھتا تھا روس نے عرب کے بہت سے ممالک مصر، شام اور لیبیا کو اپنا حلیف بنالیا تھا امریکہ نے بھی ترکی اور پاکستان میں سرمایہ کاری کی کرۂ شمالی اور چین روس کی گود میں چلے گئے اور کرۂ جنوبی امریکہ کی گود میں جابیٹھا

لبنان مشرق و مغرب کی دو چھاؤنیوں کے درمیان تھا اس کے ایک طرف شام اور دوسری طرف اسرائیل تھا، امریکہ ایک ثقافتی کانفرنس منعقد کر کے لبنان میں اپنی حیثیت محکم کرنا چاہتا تھا امریکہ کی اطلاعات جانتی تھی کہ اسلام و مسیحیت کے علماء کمیونزم کو ایک آنکھ دیکھنا گوارا نہیں کرتے کیونکہ کمیونزم دین کی جڑ پر تیشہ چلاتا ہے اور دین کو لوگوں کے لئے افیون سمجھتا ہے اس بنا پر انہوں نے یہ طے کیا کہ اسلام و مسیحیت کے علماء سے فائدہ اٹھایا جائے اور نہ چاہتے ہوئے انھیں بھی روس سے نفسیات کی سرد جنگ میں جھونک دیں۔

بیس سال قبل کاشف الغطانے مسیحیت کے بارے میں ایک کتاب لکھی تھی، اہل سنت کے علماء سے بھی واقف تھے۔ بنابرایں اگر وہ اس کانفرنس میں شرکت کرتے تو امریکہ کامیاب ہوجاتا۔ اکثر مسلمان علماء کانفرنس کے پس منظر اور مقصد سے بے خبر تھے، شیعہ و سنی کے دینی مدارس میں سیاست کی کوئی حیثیت نہ تھی، انگشت شمار علماء ایسے تھے جو علمی تبحر کے ساتھ سیاست کی ریزہ کاری سے بھی سروکار

رکھتے تھے اور انقلابات، تحریکوں اور سیاسی معاملات میں قیادت کی زمام سنبھالتے تھے، دعوت نامہ سے سیاست کی قطعی بو نہیں آتی تھی، کاشف الغطاء کانفرنس کے راز و رموز سے کیسے واقفیت حاصل کر سکتے تھے؟ آپ نے انجمن کے سکریٹری کے طویل خط کے جواب میں ایک مختصر خط لکھا، میں شرکت سے معذور ہوں، ۱۸۰

جواب

کاشف الغطاء نے بحمدون کی کانفرنس میں شرکت نہ کی لیکن دعوت کو ٹھکرا دینے کے بعد آپ نے کانفرنس کے پس منظر کو برملا کرنے اور اس کے اہتمام کرنے والوں کو دندان شکن جواب دینے کا ارادہ کیا۔ ایک ماہ کے اندر اندر جواب لکھنے میں مشغول ہوئے، آپ نے امریکہ کی حکومت کو جواب لکھا جو کہ مشرق وسطی کے دوست داروں کی انجمن کی آڑ میں مسلمان اور مسیحی دانشوروں کو روس کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تھی، کاشف الغطاء کی دنیا کے حالات سے واقفیت خط کے مضمون سے ہویدا ہے۔ اور عالمی سیاست سے آگاہ شیعوں کے مرجع تقلید نے ۷۰ سال کی عمر میں امریکہ کے مظالم کے بارے میں اس طرح خامہ فرسائی کی کہ جس سے قاری حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ چالیس سال قبل ارتباط کے وسائل آج کی مانند اتنے ترقی یافتہ نہیں تھے، خبر رساں ایجنسیوں نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ وہ تیزی سے مشرق و مغرب میں اپنی آواز پہنچا سکیں۔

حوزۂ علمیہ نجف اشرف نے ایسی شخصیتوں کی پرورش کی ہے کہ جن کی مثال زمانہ میں خال خال ہی نظر آتی ہے۔ جو علماء اسلامی علوم میں فکر و قلم کے معزز افراد کے رہبر تھے وہ امریکہ کے مظالم اور اس کی سیاہ کاریوں سے پردہ اٹھاتے ہیں، اب ہم آپ کے جواب کو تھوڑی تغییر و تلخیص کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش

کرتے ہیں۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ؕ

جناب گارلنڈ ایوانز ہیکینز معاون جمعیت دوست داران مشرق وسطیٰ،

... تمام موضوعات کا دو موضوعات میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ معنوی اقدار اور اسلام و مسیحیّت میں بلند نمونہ۔

۲۔ بشریّت کو کمیونزم کا خطرہ اور اسلام و مسیحیّت میں اس سے مبارزہ کا طریقہ۔

تمام باتوں سے پہلے اس چیز کی طرف توجہ فرمائیں کہ بات سے زیادہ عمل کی تلوار کام کرتی ہے جو لوگ معنوی اقدار کے پابند نہیں ہیں ان کی ہزاروں کانفرنسوں کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا ہے کیمونزم کا خطرہ اس وقت بر طرف ہو گا جب قوموں کو آزادی اور عدالت اجتماعی نصیب ہوگی اور ظلم و ستم حرص و عداوت اور دوسروں کے حق کو ہڑپ کر لینے والی خواہش ختم ہو جائے گی اے امریکہ والو، اور اے برطانیہ کی جمہوریاؤں کیا تمہارے اندر ایسے صفات موجود ہیں؟ کیا تم معنوی اقدار کے قائل ہو؟ فلاسفر کہتے ہیں تہی دست دوسروں کو کیا دے سکتا ہے۔

کیا تمہیں ان مظالم نے رسوا نہیں کیا ہے جو تم نے فلسطین میں کئے ہیں؟ کیا تم ان مظالم کے ارتکاب سے خوار نہیں ہوئے؟ مشرق وسطیٰ ابھی تک دو استعماروں کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے اور اب صیہونزم بھی میدان میں آ گیا ہے تاکہ فلسطین کے دیہاتوں پر حملہ کر کے وہاں کے مرد و زن اور بچوں کو تہہ تیغ کرے، کیا تم ان کو پیسہ اور اسلحہ نہیں دیتے؟ کیا تم ان مظالم کی خاطر ان کی تشویق نہیں کرتے؟[181] صیہونزم کیا ہے؟ کہ جو اس میں ان مظالم اور جنایت کی جرائت پیدا ہو جائے۔

تم نے نو لاکھ عربوں کو بے گھر آوارہ وطن کر دیا جن کے پاس زمین کا بچھونہ اور آسمان کا لحاف ہی ہے[182] وہ اپنے وطن میں باعزت تھے لیکن تم نے وہ کام کیا ہے کہ جس سے پتھر کے دل والے بھی رو دیتے ہیں اور تم ابھی تک اسی طرح یہودیوں کی مدد کر رہے ہو کیا تاریخ کے خونخوار و سفاک روم کے ڈکیٹروں نے تمہارے برابر ظلم کیا ہے؟

تعجب کی بات ہے کہ تم مسلمانوں اور عربوں سے تعاون کی توقع رکھتے ہو اور ان سے درخواست کرتے ہو کہ تمہارے ساتھ ہم خیال اور ہم مشرب بن جائیں عربوں کے ساتھ تمہارا یہی رویہ ہے کہ سر سہلاتے ہو بھیجہ کھاتے ہو۔

اب تم دوسرے راستہ سے آئے ہو آج ہم سے یہ خواہش
کرتے ہو کہ کانفرنسوں میں تمہارے ساتھ ایک میز پر
بیٹھیں اور معنوی اقدار کے بارے میں مذاکرہ کریں کیا
ایران، شام، مصر اور لبنان میں جو خونریزی ہو رہی
ہے اس کا سبب تمہاری سازش نہیں ہے؟ کیا مشرق
و مغرب میں تم بے گناہ لوگوں پر ستم روا نہیں رکھتے ہو؟
تیونس، مراکش اور الجزائر اور مغربی دنیا تمہارے
ظلم کی آگ میں نہیں جل رہی ہے اور ویتنام اور کینیا
کو تمہاری آگ نے خاکستر کر دیا ہے یہ تمہاری درندگی
تمہاری مادّہ پرستی کی بناء پر ہے جس چیز کی تم نے اپنے
خط میں مذمت کی ہے اور جس کو لوگوں کے لئے خطرے
کی گھنٹی قرار دیا ہے اسی کے تم مرتکب ہوتے رہے ہو
کیا دنیا پرستی کے علاوہ تمہارا اور کوئی دین ہے؟ تم
نے ایٹم بم کس لئے بنایا ہے کیا تمہاری تمام کوششیں
لوگوں کے استحصال اور ان کو غلام بنانے اور دنیا پرستی
میں صرف نہیں ہو رہی ہیں کیا تمہارے تمام منصوبے
یہاں تک کہ دین کے نام پر انجام دیئے جانے والے
بھی دنیا کی خاطر نہیں ہیں؟
استعمار کے شیطانی مقابلے میں امریکہ شریک نہیں تھا

لیکن شیاطین نے اسے بھی اسی ڈگر پر لگا دیا امریکہ چاہتا ہے کہ جرمنی، روس اور دوسرے ممالک پر اپنا قبضہ جما کر اپنے تمام حریفوں سے بازی لے جائے، توقع ہے کہ امریکہ و برطانیہ جو آج ایک دوسرے کے حلیف ہیں وہی کل ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو تہس نہس کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔

ہم اور کمیونزم

آپ دنیا سے کمیونزم کا صفایا کرنا چاہتے ہیں لیکن بہت سے لوگ عربوں کے ساتھ تمہارے سلوک کو دیکھ کر کہتے ہیں باوجودیکہ ہم کو کمیونزم سے شدید خلش ہے اور تمام طاقت و توانائی کے ساتھ اس سے جنگ کرنا چاہیے لیکن جائے شکر ہے یہ بات کہ کمیونزم نے ابھی تک کسی عرب ملک پر قبضہ نہیں جمایا ہے ان کی زمین پر قابض نہیں ہوا ہے ان کی ثروت کو نہیں لوٹا ہے، اگر کمیونزم نے جگہ جگہ، من جملہ نجف میں سرد جنگ کا آغاز کیا ہے تو تمہاری وجہ سے کہ وہ برطانیہ کے ہاتھ کاٹنا چاہتا ہے، اگر تم ہمارے سر سے ہاتھ اٹھا لو تو کمیونزم بھی ہم کو چھوڑ دے گا ہمیں اس کے شر سے پناہ مل جائے گی تم نے پیکر اسلام سے فلسطین کو جدا کر کے یہودیوں کے

سپرد کر دیا کمیونزم بھی اسے للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کا کچھ حصّہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تم نے فلسطین کو ذبح کر دیا لیکن بعض عربی ممالک کے ہاتھ سے بلکہ اسلامی حکومتوں کے ہاتھ سے ذبح کرایا تاکہ یہ ذبح شرعی ہو جائے کہ تمہارے اور یہودیوں کے لئے اس کا کھانا حلال ہو جائے کیونکہ تم اہل کتاب ہو اور معنوی اقدار حاصل کرنا چاہتے ہو تم تو صرف پاک و حلال غذا ہی کھاتے ہو۔ تم نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ عربوں کو اس بات پر ابھارا کہ مشترک دفاع پر معاہدہ کریں تاکہ اس کمزور اور بے بال و پَر مرغ کو دوسرے قید خانہ میں ڈال سکیں۔

مالی مدد

مجھے نہیں معلوم کہ عرب ممالک تمہارے جال میں گرفتار ہوں گے یا نہیں تمہاری مالی مدد ایک سراب ہے جو پیاسے کو فریب دیتا ہے لیکن اسے سیراب نہیں کرتا ہے امریکہ اگر ایک ڈالر سے مدد کرتا ہے تو دس گنا وصولتا ہے یہ آمد و رفت ڈپلومیسی کے نام پر ملاقاتیں اور ترقیاتی منصوبہ بندی کے لئے انجام پا رہی ہے یہ کس لئے ہے؟ عراق کے ذمہ دار لوگوں کے اشارے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ سیاست کے پس پردہ کوئی سازش ہے

البتہ میری نظروں میں یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ حکومت عراق خود کو تمہارے سپرد کر دے کیونکہ اس سے قوم بپھر جائے گی۔

غیر جانبداری

عراق کے ذمہ داروں نے پورٹس ماؤتھ کے معاہدے میں جوانوں کے انقلاب سے کیوں درس نہیں لیا؛ اس میں شک نہیں ہے کہ وہ قرارداد ان معاہدوں کے مقابلے میں ہیچ ہے جو کہ انتظامی نگرانی میں ہوتے ہیں آج یہ بات تمام لوگوں پر واضح ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں ہم بھی قربانی کا دنبہ بنے ہیں ہمارا سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ عرب ممالک میں پھوٹ پڑ گئی اور (عثمانی بادشاہت ٹکڑوں میں بٹ گئی) استعمار اور صیہونزم کا اسی میں فائدہ تھا دوسری جنگ عظیم میں فلسطین ہم سے چھن گیا اگر کوئی تیسری عالمی جنگ ہوگی تو ہم ہی قربانی کا ذبیحہ بنیں گے کیونکہ اگر امریکہ جنگ میں کامیاب ہوتا ہے تو ہمیں کچھ نہیں ملے گا بلکہ وہ اور اس کے حلیف برطانیہ، فرانس، ترکی، اور اسرائیل مال غنیمت کو آپس میں تقسیم کریں گے اور اگر شکست کھاتا ہے تو اس سے پہلے ہماری موت ہے۔ ہم استعماری حکومتوں کی اس بات پر کہ وہ ہم کو اسلحہ

دے رہی ہیں کیسے اعتبار کرلیں ہمارے ان کے درمیان پرانی دشمنی ہے کیا کوئی اپنے دشمن کو اسلحہ دیتا ہے۔ واضح رہے کہ ہم استعماری حکومتوں کے دشمن ہیں قوم کے نہیں اگر کسی دن حکومتیں اپنی استعماری سیاست کو بدل دیں گی تو ہم بھی اس سے اچھے تعلقات استوار کرلیں گے اور ان کا تعاون کریں گے اگر ہمیں اسلحوں کی ضرورت ہے تو ہم اپنی قومی درآمد سے منظم منصوبہ کے تحت اپنی مورد اطمینان حکومتوں سے اسلحہ خریدیں بعض لوگ کہتے ہیں برطانیہ، فرانس اور یورپ کی حکومتیں اٹلانٹک کے دفاعی معاہدے میں داخل ہوگئیں اور اپنا استقلال بھی بچالیا بنابرایں اگر ہم بھی دفاعی معاہدہ کرلیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہی حکومتیں کہ جن کا سیاسی، دفاعی اور اقتصادی استقلال ختم ہوچکا ہے اور امریکہ کے تابع ہیں ان ہی کی بعض پارٹیاں ان کی مخالف ہیں جیسے برطانیہ کی کمزور پارٹی جو کہ بہت بڑی پارٹی ہے۔ ہمارے مفادات کا امریکہ کے مفادات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ ہمیں جاہل، نادار اور پسماندہ رکھنا چاہتا ہے اور ہم علم و ارتقاء کے خواہش مند ہیں۔ وہ ہمیں ایک دوسرے کا دشمن بنانا چاہتا ہے ہم آپسی اتحاد کے قائل ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہم استعمار کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے لیکن یہ خام خیالی ہے۔ ہر کمزور قوم اتحاد کے ذریعہ قوی بن سکتی ہے۔

عرب ممالک سے میری گزارش ہے کہ وہ استعماری حکومتوں کے سامنے تسلیم نہ ہوں۔ کیوں کہ وہ ان کی مشکلوں کو حل نہیں کر سکتی ہیں جوانوں کو میری نصیحت ہے کہ قرآن واسلام سے رجوع کرنے ہی میں نجات ہے۔ اسلام کی بلند ثقافت استعمار سے مبارزہ میں تمہاری پشت پناہی کر سکتی ہے کمیونسٹ کے مقصد میں نہیں ہے یہ غیروں کی تہذیب ہے۔

نیا استعمار

پورا مشرق برطانوی اور فرانسوی استعمار کے زیر تسلّط تھا۔ مشرق کے جب بھی کسی حصّہ میں انقلاب و قیام کی آواز اٹھتی تھی اسی کو جھوٹا استقلال دے دیتے تھے لیکن استعمار اپنی جگہ باقی رہتا تھا ہاں رنگ و روپ بدل جاتا تھا۔

آج استعمار مشترک دفاع فوجی امداد، فنی کمک اور حلیف بن کر میدان میں آیا ہے۔ اگر وہ اپنی بات میں سچے ہیں تو اب ان کی امداد کے آثار پیدا ہو جانے چاہئیں لیکن ہم عراق، شام اور لبنان میں ان کی امداد کے اثرات

نہیں دیکھ سکے تم سب کچھ ہم سے لینا چاہتے ہو اور
ہمیں کچھ بھی دینا نہیں چاہتے ہیں، امریکہ کے بعض سر بر
آوردہ لوگوں نے کہا ہے کہ ہم نے تو یہ سبق اپنی بوڑھی
ماں برطانیہ سے سیکھا ہے،

سیاہ پوست اور سرخ پوست لوگوں کے ساتھ امریکہ کی بدسلوکی

اگر امریکہ میں کچھ بھی انسانیت و معنویت کی بو ہوتی تو
وہ اصلی امریکہ کے سرخ پوست لوگوں کی امداد کرتا جو
تباہی کے دہانے پر ہیں لیکن ان مظلوموں نے فاتح
لوگوں سے ظلم و ستم کے سوا کچھ نہ دیکھا۔
اگر امریکہ کی حکومت میں عدل و انصاف کا عنصر ہوتا
تو وہ کروڑوں سیاہ پوست لوگوں کے ساتھ بہیمانہ سلوک
روا نہ رکھتا ۲۰۰ سال سے تم ان کو غلام بنائے ہوئے
ہو۔ امریکہ کے دستور العمل میں ان کے وہی حقوق ہیں
جو سفید پوست لوگوں کے ہیں لیکن ضمنی صوبوں کے
قوانین اور صوبائی حکومتوں کے انھیں نظر انداز کرنے
اور نسلی تعصب کی بنا پر وہ ایک انسان کے حق سے بھی
محروم ہیں۔
اگر کالے مارے جائیں تو ان کا خون معاف ہے وہ
گوروں کے ساتھ شادی نہیں کر سکتے، زمین کے مالک
نہیں بن سکتے کالے مزدوروں کی مزدوری گوروں

کی مزدوری کی نصف ہے وہ گوروں کے مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کر سکتے، ان کے محلّوں میں ساکن نہیں ہو سکتے۔

سیاہ پوست لوگوں کی آزادی کے سلسلہ میں ابراہیم لنکن کے دور میں امریکہ کے شمال و جنوب کے درمیان جنگ ہوئی تھی اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوا ہاں شمال بھی جرم میں شریک ہو گیا اور ان بے نواؤں پر ستم کرنے والوں میں اس کا بھی اضافہ ہو گیا۔

برطانیہ کے بڑے زمین دار و جاگیر دار یہ سلوک ائیر لینڈ کے لوگوں کے ساتھ روا رکھتے تھے، لیکن تنگ آکر وہاں کے لوگوں نے متحد ہو کر انقلاب کا نعرہ بلند کیا اور آزادی کی نعمت سے بہرہ مند ہوئے۔

عرب والوں کو جان لینا چاہئے کہ امریکہ کی حکومت اپنے ملک کے لوگوں پر ایسے مظالم روا رکھتی ہے تو غیروں کے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟ معلوم ہے کالے لوگوں کے ساتھ امریکہ کی حکومت کا سلوک اس کا ثبوت ہے کہ وہ کمزور قوموں کے حقوق سے دفاع نہیں کرتی ہے اور محروم لوگوں کی پشت پناہ نہیں ہے۔

حکومت عراق

کیا حکومت عراق اس بات سے باخبر ہے کہ لوگوں پر بدبخت

حکام نے کیا کیا ظلم کئے ہیں؟ ہم نے ہمیشہ کہا ہے اور آج بھی کہتے ہیں کہ عراق والے ذمہ دارانِ حکومت سے تنگ آ چکے ہیں، اگر صرف پولیس کی بدسلوکی اور رشوت ستانی کے بارے میں قلم اٹھاؤں تو اس سلسلہ میں چند جلد کتابیں لکھ سکتا ہوں، دفتروں اور عدالتوں میں جو بدنظمی ہے وہ واضح ہے، عدالتیں لوگوں کو مدتوں ٹہلاتی ہیں، چوری اور خیانت کا بازار گرم ہے۔

اتحّاد

عراق نے ترکی اور پاکستان کے ساتھ اتحاد کر لیا ہے اور اب عرب کی دوسری حکومتوں کو بھی اتحاد کی دعوت دے رہا ہے، ترکی اسرائیل کا حلیف ہے اور ان ممالک میں سے ایک ہے جنہوں نے سب سے پہلے اسرائیل کی حکومت کو قبول کیا ہے اور کسی بھی قسم کی مدد سے دریغ نہیں کیا ہے، ترکی، حکومت اسلام اور عرب کی دشمن اور صیہونزم کی دوست ہے، ضرب المثل کہی جاتی ہے کہ دشمن کا دوست ہمارا دوست نہیں ہے، ترکی کی حکومت نے ڈالر کے عوض اپنا استقلال فروخت کر دیا ہے اور امریکہ کے ہاتھ کا مُہرہ بن گئی ہے۔

اگر عرب ممالک ترکی سے اتحاد کرتے ہیں، اس کے حلیف بنتے ہیں تو قوم کے دل پر تین بھال کا تیر مارتے

ہیں، اور مسئلۂ فلسطین کو بھلا دیں گے۔ عربی اتحاد ختم ہو جائے گا اور اس سے عرب والوں کا غیظ و غضب بھڑک اٹھے گا اور آنے والی نسلیں نفرین و لعنت کریں گی عربی اور اسلامی حکومتوں کو ایک دوسرے کا حلیف بن جانا چاہئے اور اپنے معاہدہ میں استعمار گر حکومتوں کو شمولیت کا حق نہ دیں۔

قوموں کی بیداری

ساری حکومتیں جانتی ہیں کہ آج لوگ ماضی کے لوگوں سے مختلف ہیں، آج ملتوں کو استعمار گروں کے ہاتھوں فروخت نہیں کیا جا سکتا کیا یہ ممکن ہے کہ مغرب فرانس کا حصّہ مشرق برطانیہ کا حصّہ اور جنوب ہولینڈ و اٹلی کا حصّہ بن جائے ؟!

امریکہ اسرائیل کی اسلحہ اور پیسہ سے مدد کرتا ہے لیکن عرب ممالک سے صرف وعدے ہی وعدے ہیں اور بس، اگر عرب ممالک کے اختیار میں کچھ اسلحہ دیتا ہے تو اس شرط کے ساتھ کہ اسرائیل سے جنگ نہ کرنا! اگر ہم اسرائیل سے جنگ نہ کریں تو پھر کس سے لڑیں؟ اسرائیل کے علاوہ ہمارا کوئی دشمن ہی نہیں ہے۔

امریکہ عرب ممالک کو صرف اس لئے اسلحہ فروخت کرتا ہے کہ وہ آپس میں لڑیں، آج ایران، مصر اور شام

کی یہ حالت ہے کہ وہ ایک دوسرے کو تباہ کرنے کے لئے اسلحہ خریدتے ہیں دشمن کی تباہی کے لئے نہیں ، ابھی چند ماہ قبل اس بات کا انکشاف ہوا ہے کہ معاشرہ عرب کے سات ارکان برطانیہ کے جاسوس تھے کہ جنہوں نے ایک لاکھ ڈالر محنتانہ لیا ہے ۔

اتحاد کے سلسلہ میں عرب ممالک کی سستی

اگر عراق کے ذمہ دار افراد مستقل برطانیہ کے سفر پر جانے کی بجائے ملک کے پیسہ سے کبھی کبھی مصر، شام اور لبنان جاتے اور اتحاد کے سلسلہ میں کوشش کرتے تو یہ زیادہ مفید ہوتا، عرب کے سات ملکوں نے فلسطین کو یہودیوں کے حوالے کر دیا اور قوم کو دربدر کر دیا ہے ہم اس ذلت کو کیسے فراموش کر سکتے ہیں اور تمہارے ساتھ ایک میز پر کیوں کر بیٹھ سکتے ہیں اور معنوی اقدار اور بلند نمونوں کے سلسلہ میں کیسے گفتگو کر سکتے ہیں ؟!
بہتر ہے شیطانوں تم اپنے مظالم سے دست بردار ہو جاؤ اور فلسطین کو اس کے اصلی حق داروں کے سپرد کر دو ،اس کے بعد معنوی اقدار کے سلسلہ میں کانفرنس کا انعقاد کرنا، اگر سیاست کی اصطلاح میں ایک ہاتھ میں تسبیح اور دوسرے ہاتھ میں خنجر لے کر مظلوموں کے سینے چاک کرنا روا ہے تو عقل کی رو سے یہ صحیح نہیں ہے ۔

عربوں کی قبرستان ایسی خاموشی اور سستی تعجب خیز ہے اور اس سے زیادہ تعجب خیز ان لوگوں کی عیش کوش زندگی ہے جو مسلم ممالک پر دشمن کے بہیمانہ حملوں کو دیکھ رہے ہیں تمام متبرک چیزوں کی قسم اگر عرب ممالک متحد ہوجائیں تو وہ امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل پر کامیاب ہوجائیں گے، ان حکومتوں کا فریضہ ہے کہ وہ گاندھی جی کی طرح منفی جنگ کا آغاز کریں اور غیروں کا بنایا ہوا سامان قطعاً استعمال نہ کریں اور اپنی عزت رفتہ کو حاصل کریں۔

وہ موٹا لباس اچھا ہے جس میں عزت برقرار رہے اور حریر و دیبا کا وہ لباس اچھا نہیں ہے جس میں ذلت سے دوچار ہونا پڑے۔ جو قوم دنیا کے زرق و برق میں مبتلا ہو اور اپنی عزت کو ذلت کے عوض فروخت کرتی ہو وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی۔ مسلمان ایک دوسرے کو قہر و غضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن دشمن کے مقابلہ میں بکری بن جاتے ہیں اور سستی و کاہلی نے انھیں اس جگہ پہنچادیا ہے کہ اب پستی ان کے لئے ناگوار نہیں ہے۔

گزشتہ سال میں نے امریکہ کے سفیر سے کہا تھا، جس دن سے عراق تمہارے قبضہ میں آیا ہے اسی دن سے اس کی حالت بدتر سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔

اس نے جواب دیا یہ کیا کہا تم نے ؟ اب تو کام اپنی منزل پر آیا ہے اور مالی و عمرانی حالات ٹھیک ہوئے ہیں، ہر سال بادشاہ کا محل سیلاب کی زد پر رہتا تھا لیکن اب اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

میں نے کہا : بادشاہ کے محل کی حفاظت گویا تمہاری چھاؤنی کی حفاظت ہے۔ بادشاہ کا قصر اہم نہیں ہے کاشتکار کا جھونپڑا اہم ہے ہم ہر سال کاشتکاروں کے گھر ویران ہوتے دیکھتے ہیں ان کے ہزاروں افراد کے ڈوب جانے کا خطرہ ہے۔ لوگ تمہارے ہاتھوں تنگ آچکے ہیں اور تم سے ضرر و بدبختی کے علاوہ انہیں کچھ نہیں ملتا ہے آج تعمیر کا کہیں نشان نہیں ہے بلکہ چاروں طرف ویرانی اور فقر و بدبختی ہے۔

اسی سال ہم نے دریائے کرخ کا ریکارڈ توڑ طغیان و سیلاب دیکھا ہے کہ جس سے بغداد اور بہت سے دیہاتوں کو نقصان پہنچا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۲۰ ملین دینار کا خسارہ ہوا ہے ۵ ہزار گھروں سے زائد ویران ہوگئے ہیں ۵۰ ہزار لوگوں سے زیادہ غرق ہوئے ہیں ، وہی لوگ جو ملک کا ستون ہیں اور ملک کی گاڑی انہیں سے چلتی ہے۔

دریائے کرخ کے سیلاب کو روکنا استعمار گروں کی مصلحت کے خلاف ہے ورنہ انہوں نے ایفل ٹاور

بنا لیا ہے تو کیا وہ بغداد میں بند نہیں باندھ سکتے ہیں چند سال قبل، الرشید چھاؤنی، سیلاب کی بھینٹ چڑھ گئی اور ملینوں دینار کا قیمتی اسلحہ برباد ہو گیا ، سیاست کے اسرار پیچیدہ ہوتے ہیں، استعمار گروں کی سیاسی مصلحت ایک ملک کی ثروت برباد کرنے ہی میں ہوتی ہے ، نصف خسارہ سے بغداد اور مضافات کو ہمیشہ کے لئے سیلاب سے نجات دلائی جا سکتی ہے...

دفاع

استعمار ہمیشہ عرب ممالک کا خصوصاً عراق کا حاکم مطلق رہا ہے۔ ان ملکوں کے اقتصادی اور مالی امور استعمار گروں کے ہاتھوں میں ہیں، سارا منافع ان کی جیب میں جاتا ہے، آج سونا، سرخ و سفید اور کالا سب استعمار کے قبضہ میں ہے اور عراق استعمار کے ارادہ کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا ہے۔
باشکوہ مدرسہ بناتے ہیں لیکن ان کی حیثیت استعمار گروں کے لئے ثقافتی مرکز سے زیادہ کی نہیں ہے، پل ریلوے لائن اور روڈ بناتے ہیں لیکن ان سے جنگ میں استعمار گروں کے فائدہ اٹھانے کے لئے، عراق میں سارے انجینئر برطانوی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی ماہانہ تنخواہ ۲۰۰ دینار سے اوپر ہے لیکن

عراق کے جفاکش مزدور کی تنخواہ ½ دینار ہے۔
اب جبکہ عراق اور عرب کے دیگر ممالک کی یہ حالت ہے تو اس وقت ترکی اور پاکستان سے دفاعی معاہدہ میں شرکت کی وجہ کیا ہے؟ شاید اس طریقہ سے وہ لوگوں کی تحریکوں کو قابو میں کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اقتصادی تسلط کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف اسلامی ممالک کے فوجی جوانوں کو میدان جنگ میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں۔ استعمار دوسری جنگ عظیم میں عرب اور ہندوستانی فوج کو محاذ پر لگاتا تھا اور برطانیہ کی فوج کو پشت پر رکھتا تھا۔ عرب اور ہندوستانی فوج کے لئے فرار کی بھی گنجائش نہیں تھی، جرمنی فوج ان سے آگے اور برطانوی فوج ان کے پیچھے ہوتی تھی۔
عراق کی حکومت کو معلوم ہونا چاہئے کہ ملک کے جوانوں کو دوسروں کے منافع میں ہونے والی جنگ میں بھیجنے میں ہرگز مصلحت نہیں ہے۔

خود کو کیوں فراموش کر دیا

قارئین پر مخفی نہ رہے یہ بات کہ جو کچھ آپ کے سامنے ہے اس کی نگارش سے میرے دو مقصد ہیں۔
۱۔ معنوی اقدار اور اخلاق کے اعلیٰ نمونوں کے بارے

ہیں وہی گفتگو کر سکتا ہے جو خود بھی ان سے آراستہ ہو اس بنا پر استعمار کو اقدار و اسوہ سے بحث کا حق نہیں ہے۔

۲۔ اگر کوئی معنوی اقدار اور اخلاقی نمونوں کا خواہاں ہے وہ کہیں بھی چلا جائے اور جتنی چاہے کوشش کرے وہ انھیں نہیں پا سکتا مگر یہ کہ اسلام قبول کر لے۔ حقیقی ڈیموکریسی رسولؐ اور آپؐ کے سچّے جانشینوں کی زندگی ہی میں میسّر آسکتی ہے اور بس۔
حضرت علیؑ اپنی حکومت کے زمانہ میں روزہ رکھتے تھے، جو کی روٹی کھاتے تھے لیکن یتیموں اور بیواؤں کو خرما اور کشمش دیتے تھے، آپؑ نے اور آپ کے اہل وعیال نے تین دن تک روزہ رکھا اور ہر روز اپنا کھانا بے نواؤں کو دے دیا خود پانی سے روزہ افطار کیا

اسلام اور مسیحیّت کا مقصد

اسلام اور مسیحیّت کے بہت سے مشترک مقاصد ہیں، دونوں لوگوں کو یکتا پرستی، معاد کے عقیدہ اور حسن اخلاق کی دعوت دیتے ہیں لیکن آج کی مسیحیّت (کہ جس کی آسمانی کتاب انجیل میں تحریف ثابت ہے) لوگوں کو غلامی کی طرف دعوت دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر کوئی تمہارے دائیں رخسار پہ طمانچہ مارے تو تم

اس سے بائیں رخسار پر بھی ایک طمانچہ رسید کرنے کی درخواست کرو۔ اسلام نے لوگوں کو صبر و شکیبائی کی دعوت دی ہے لیکن ذلت قبول کرنے سے منع کیا ہے تحریف شدہ انجیل خدا داد عزیزوں پر پابندی عائد کرتی ہے لیکن قرآن مجید جوانوں کو شادی کی ترغیب دلاتا ہے۔

عزت والا کون ہے

اسلام میں عزت صرف خدا و رسول اور مومنین سے مخصوص ہے اسلام کہتا ہے کہ جس مسلمان کو مسلمانوں کی پروا نہیں ہے وہ اسلام سے بہرہ مند نہیں ہوا ہے مسلمانوں کو آپس میں مہربان ہونا چاہئے لیکن آج اس کے برخلاف ہیں مسلمانوں نے خود کو ذلیل کر لیا ہے وہ کافروں کے ساتھ مہربان اور اپنے ہم ملکوں کے ساتھ سنگ دل ہیں، یہودیوں نے ان کے گھروں کو ویران کر دیا اور ان کے مرد و عورت اور بچوں کو قتل کر دیا ہے ، اردن کی نام نہاد فوج نے ان کی آہ و بکا کی آوازیں سنیں لیکن ان کی مدد نہیں کی بلکہ صرف کشتوں کی شمارش اور انہیں جمع کرنے ہی پر اکتفا کی، جس فوج کا کمانڈر برطانیہ کا گلوپ پاشا ہو اس سے اس کے سوا اور کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

برطانیہ کے استعمار نے اردن کے جوانوں کی ایک فوج بنائی ہے تاکہ وہ عرب کے دشمنوں کے منافع کے محافظ صیہونیست کے پشت پناہ رہیں۔

کیا تم نے اس زمانہ میں، کہ جس میں صیہونیست اردن کے دیہاتوں اور عرب ممالک (جیسے شام و مصر) کے سرحدی علاقوں پر حملہ کر رہے ہیں، یہ سنا ہے کہ عرب ممالک نے، کہ اسرائیل جن کے محاصرہ میں ہے انہوں نے یہودیوں کے کسی کتے یا بلی کو مار ڈالا ہے؟ وہ صرف مغربی ممالک اور اقوام متحدہ سے شکوہ کرتے ہیں کیا مردار کھانے والے کے سامنے شکایت کرنے سے کچھ حاصل ہوتا ہے؟ استعمارگر حکومتیں جو جواب دیتی ہیں وہ ہمیں ایک دوسرے کی فکر میں ڈال دیتا ہے، مصر و شام، ایران و لبنان اور عراق اس کا نمونہ ہیں۔

ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ہم کس مصیبت پہ روئیں؟ اس پر آنسو بہائیں کہ مسلمان ایک دوسرے کو نابود کر رہے ہیں یا اس بات پر کہ استعمارگر حکومتیں مسلمانوں کو مٹانے کے سلسلہ میں مقابلہ کر رہی ہیں۔

خیر کے پیغمبر اور شر کے پیغمبر

... اگر اولوالعزم پیغمبر پانچ، نوح، ابراہیم، موسیٰ

و عیسیٰ اور حضرت محمدؐ ہیں بڑے طاغوت بھی پانچ، روزویلٹ، ٹرومین، آئیزن ہاور، چرچیل اور ایڈن یہ فساد کے جراثیم ہیں... ایشیائی اور افریقی ممالک ان کے شرّی حملوں سے محفوظ نہیں رہے ہیں، انہوں نے لوگوں کے اخلاق کو برباد کیا اور ان کی عزت و عظمت کو خاک میں ملایا ہے۔

ماضی اور حال کا بغداد

ایک بغدادی نے مجھ سے کہا: ہم ارکان حکومت کو معصوم و فرشتہ نہیں سمجھتے ہیں لیکن یہ توقع ضرور ہے کہ انہیں پیشہ ور ڈاکو نہیں ہونا چاہئے۔
فساد کے سیلاب نے بغداد کو غرق کر دیا ہے نشہ آور مشروبات پینے کے پانی کی طرح لوگوں کی دسترس میں ہیں، لوگوں میں عفت و حیا کا نام و نشان باقی نہیں رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ فساد کا سیلاب بغداد کے لئے بڑے دریا کے سیلاب سے زیادہ خطرناک ہے اور شاید اس فساد ہی کی وجہ سے لوگ قہر خدا کا نشانہ بنے ماضی میں بغداد کو دارالسلام (صلح و سکون کا گھر) کہا جاتا تھا۔ بغداد پر عثمانی شہنشاہیت کے تسلط سے برطانیہ کے قابض ہونے تک کا زمانہ چالیس برسوں پر محیط ہے، اس چالیس سال کے عرصہ میں بغداد پر ہر قسم

کے فساد سے پاک رہا، لیکن آج ....
پہلے جب ہم بغداد میں داخل ہوتے تھے تو محسوس ہوتا تھا کہ ہم اسلامی شہر میں آ گئے ہیں، اس میں شراب فروشی نہیں تھی۔ مگر آج خدا کی پناہ، پورا بغداد شر و فساد میں غرق ہے، اس شہر میں اسلام کا لباس الٹا پہن لیا گیا ہے، زنا کاری، رقص و سرور، قمار بازی اور آزادی نے چھوٹے بڑے کو رام کر لیا ہے، سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ارکان حکومت خود اسی میں ملوث ہیں۔

برطانیہ عراق میں

برطانیہ عراق پہنچ گیا اور وہاں کی عوام کے تعاون سے عثمانی حکومت کے قدم اکھاڑ دیئے، عراق والوں کو یہ توقع تھی کہ عثمانی حکومت کے بعد انھیں آزادی مل جائے گی لیکن جب انہوں نے برطانیہ کے مظالم دیکھے تو اسے نکالنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔
برطانیہ نے عراق کو سیاسی استقلال و آزادی دینے کے جھوٹے وعدہ کے ذریعہ وہاں کے ثقافتی استقلال کو کچلنا شروع کیا اور عراق میں فساد کا جال بچھا دیا۔

معاشرہ کی اصلاح اور ظلم وستم سے مبارزہ درج ذیل طریقوں ہی سے کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ تقریر وتحریر کے ذریعہ تبلیغ۔

۲۔ ظالموں سے قطع تعلق اور ان سے کوئی رابطہ نہ رکھنا۔

جنگ و انقلاب

معاشرہ کی پاکسازی کے لئے قدم قدم پہ اسلام کی روش ہے۔ اگر تبلیغ کارگر نہ ہو تو سرد جنگ کا آغاز کیا جائے اور اگر وہ بھی مفید نہ ہو تو اسلامی معاشرہ کی تعمیر کے لئے تیسرا مرحلہ مسلح انقلاب کا ہے۔

اسلام عقیدہ کا دین ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے طاقت اور جنگ کے ذریعہ ترقی کی ہے وہ غفلت میں ہیں، قرآن کہتا ہے «لا اکراہ فی الدین» دین قبول کرنے کے سلسلہ میں کوئی جبر نہیں ہے [۱۸۵]

خداوند عالم کا ارشاد ہے "قاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ" ان سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے [۱۸۶]

قرآن نے یہ نہیں فرمایا کہ ان سے جنگ کرتے ہو یہاں تک کہ وہ دین دار ہو جائیں، بلکہ یہ فرمایا فتنہ ختم ہونے تک ان سے جنگ کرو، اسلام خوشی خواہ ہے ہتھیار نہیں اٹھاتا ہے اسلام کے دشمن فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں تو مجبوراً اسلام کو ہتھیار اٹھانا پڑتا ہے، اسلام

میدان جنگ میں بھی شریفانہ جنگ لڑتا ہے، کیمیاوی اسلحہ کے استعمال، شہروں کی تباہی اور صنف نسواں و بچوں کے قتل کا شدید مخالف ہے اور قیدیوں سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

جرمنی نے دوسری جنگ عظیم میں لندن پر بمباری کی اور قیدیوں کو تہ تیغ کر دیا تو حلیف ممالک نے بھی جرمنی کے شہروں پر بمباری کی اور یہی کام امریکہ نے کیا

غیروں سے دوستی

فلسطینی عوام اور عرب ممالک کی سرکوبی کے لئے صیہونیت جدید اسلحہ استعمال کرتا ہے اور کسی چھوٹے بڑے پر رحم نہیں کھاتا ہے اور اسرائیل کے سارے مظالم امریکہ کے اشارہ پر ہوتے ہیں ...

عالم اسلام کی ناکامی صرف امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی وجہ سے ہے نو لاکھ مسلمانوں کو آوارہ وطن کر دیا ہے پاکستان نے اس سلسلہ میں (امریکہ وغیرہ) کی مدد کی ہے ترکی بھی ان کا حلیف ہے کافروں کی پشت پناہی کرنے والی حکومت کیوں کر مسلمان ہو سکتی ہے؟

کافروں سے حسن سلوک

عدالت سب کے لئے ہے اور اس کی نظر میں سب

یکساں ہیں اسلام کا دستور ہے کہ برائی کا بھی اچھی طرح جواب دیا جائے، لیکن تم اچھائی کا برائی سے اور عدل کا ظلم سے جواب دیتے ہو۔
کیا دنیا بھر میں تمہاری ڈیموکریسی کی حکومتوں کا یہ ایسا نظام ہے کیا آپ اسلام کے علاوہ ایسے دستورات دکھا سکتے ہیں؟ کیا تم اس بات کو قبول کرتے ہو کہ اخلاقی بلند اقدار اسلام کے پاس ہیں نہ کہ ہم دو ن کے پاس؟

اسلام اور صلح

اسلام، صلح کا دین ہے لوگوں کو صلح و آشتی کی دعوت دیتا ہے اور عادلانہ صلح پر مسیحیت و اسلام کا اتفاق ہے، ناحق جنگ کرنے والوں پر خدا کی لعنت اور صلح پسند افراد پر درود۔
اسلام صرف اس صورت میں جنگ کا حامی ہے کہ جب راہ خدا میں جہاد، ظلم سے مبارزہ اور جان و مال و عزت سے دفاع کے لئے ہو۔
لیکن جو جنگیں استعماری مقاصد کے لئے ہوتی ہیں وہ اسلام کی نظر میں مذموم ہیں، ایسی جنگوں کو بھڑکانے والے امریکہ اور برطانیہ ہیں یہ مناسب نہیں ہے کہ تیل لوہے، کوئلہ اور خاک کے اوپر برادرکشی کی جائے۔

بجمدون کی کانفرنس

ممکن ہے آج کل بجمدون کی کانفرنس میں وہ لوگ جمع ہوں جنہوں نے اس کی دعوت قبول کی ہے، میں ان سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ چند سال قبل صیہونیست نے "دیر یاسین" پر حملہ کر کے وہاں کے مرد عورت اور بچوں کو تہہ تیغ کر دیا تھا یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے شکم چاک کر دیئے تھے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ صیہونیست کے پاس سارا اسلحہ امریکی ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ یہودیوں نے بغیر کسی جرم کے "نعالین" کے لوگوں کو قتل کر دیا تھا؟ یہ تمام جرائم آزادی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے ممالک کی نظروں کے سامنے ہوئے پیلی آنکھوں والو! یہ جرائم تمہارے حساب میں ہیں، جون بول اور چرچل نے ان مظالم پر اظہار افسوس کیا ہے؟

تم مقتولین کے وارثوں سے یہ چاہتے ہو کہ وہ قاتل سے صلح کریں اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیں! وائے ہو تم پر اے سکسون کے بیٹو! خدا کی قسم اگر تاریخ کے سارے مظالم کو ایک پلّے میں اور تمہارے ان مظالم کو جو کہ تم نے عرب و اسلام پر کئے ہیں دوسرے پلّے میں رکھ دیا جائے تو تمہارے مظالم کا پلّہ بھاری رہے گا تم یہ سمجھتے ہو کہ حضرت عیسیٰؑ کے پیرو ہو؟!

میں نے سنا ہے کہ امریکہ بغیر کسی قید و شرط کے عراق کی فوجی مدد کرتا ہے اور عراق کی حکومت اسے سنہری موقعہ سمجھتی ہے، یہ بھی استعمار کا ایک نیا حربہ ہے، حکومت عراق کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر یہ ہمیں اسلحہ دیتے ہیں تو اس لئے کہ ہم اسرائیل سے جنگ نہ کریں بلکہ اس سے تعلقات قائم کریں۔

کاش چچا سام اور اس کا بھتیجا سکسون اپنے شر کو تھوڑا دبا کر رکھتے، ہمیں ان سے کسی نیکی کی امّید نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بدصورت آدمی نے بچّہ کو گود میں لے لیا بچّہ ڈر کے مارے رونے لگا، اس شخص نے بچّہ سے کہا: ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، بچّہ اور زیادہ رونے لگا ایک عقل مند آدمی بچہ کے رونے کا سبب سمجھ گیا اور اس شخص سے کہا: بچّہ تم ہی سے ڈر رہا ہے، اسے چھوڑ کر دور ہٹ جاؤ چُپ ہو جائے گا، ہم بھی تمہاری امداد سے ڈرتے ہیں۔

اطاعت رغبت سے یا خوف سے

آج بڑی حکومتیں صرف دنیا میں اپنا رعب و دبدبہ چاہتی ہیں، اس سلسلہ میں خوب مقابلہ بازی ہوتی ہے اور ہر ہتھکنڈہ کو استعمال میں لایا جاتا ہے، اسی وجہ سے روز بروز تہس نہس کرنے والے اسلحے بنائے جارہے ہیں

اور انسانیت کے آرام کو سلب کیا جا رہا ہے۔
اگر طاقت کا مقصد عدل گستری اور سعادت کا حصول ہے تو اسے غلط راستوں ہی سے کیوں حاصل کیا جاتا ہے؟ انسان عدالت و نیکی کی راہوں سے بھی طاقت حاصل کر سکتے ہیں اور دلوں پر حکومت کر سکتے ہیں سب جانتے ہیں کہ جو اطاعت راضی بہ رضا ہوتی ہے وہ خوف و ڈر کے مارے کی جانے والی اطاعت سے زیادہ پائیدار ہوتی ہے، نتیجۃً ملتیں بیدار اور جنگیں ختم ہو جاتی ہیں، لیکن نیکی اور عدالت کے ذریعہ دلوں پر جو حکومت ہوتی ہے، بڑی حکومتیں غلط راہ کو صحیح راہ پر کیوں ترجیح دیتی ہیں؟
ممکن ہے وہ کہے۔ انسانیت تباہی کے دہانے پر پہنچی ہوئی ہے وہ نیکی و عدالت کے ذریعہ فلاح کی طرف نہیں آسکتی اور سر کچلنے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ تم ایک دفع ہی تجربہ کر کے دیکھو، ظلم سے دست بردار ہو کر دیکھو اور شیوۂ عدالت اپنا کر دیکھو اس کا نتیجہ بھی معلوم ہو جائے گا، تنو سال سے ہم نے ستم و شرارت ہی دیکھی سنی اور پڑھی ہیں، آپ اپنی روش بدل کر دیکھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ سارے انسانوں نے عقل و ضمیر کو نہیں گنوایا ہے، کیا وجہ ہے کہ یہودی تمہاری امداد کے مستحق ہیں اور عرب

تمہارے مظالم کا نشانہ ! اگر عرب حکومتیں تمہاری امداد کی مستحق نہیں ہیں تو وہاں کی قوم تو ہے۔

اخلاقی پستی

آج دنیا میں تمہارے ہاتھوں فضیلت وانسانیت اور اخلاق تباہ ہو گیا ہے، کیا توریت وانجیل کی نصیحتیں اسرائیل ومسیحیوں میں پائی جاتی ہیں؟

امریکہ نے جاپان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ ہیروشیما پر ایٹم بم مار کر ویران کر دیا ہے۔ ہیروشیما کے باشندوں کی کیا خطا تھی؟ کیا امریکہ والے مسیحی نہیں ہیں؟ کیا توریت وانجیل نے آدم کشی سے منع نہیں کیا ہے!

کیا کتّوں پر رحم نہیں کرنا چاہئے اگر وہ پیاسے ہوں تو انہیں پانی نہیں دینا چاہئے؟ کیا بار ڈھونے والے جانوروں کو گھر پہنچ کر آب ودانہ نہیں دینا چاہئے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر میں کانٹوں پر لیٹ جاؤں اور مجھے زنجیر پہننا پڑے تو یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ میں ایک انسان پر ظلم کر کے خدا اور رسولؐ سے ملاقات کروں اگر ہفت اقلیم جہاں اور جو کچھ آسمان کے نیچے ہے مجھے دے دیئے جائیں اور یہ کہا جائے کہ میں چیونٹی کے منہ سے جَو کا پتّہ چھین لوں تو بھی میں نہیں چھینوں گا۔

یہ اسلام کی عظیم شخصیتیں ہیں کہ جنہیں آج فراموش

کر دیا گیا ہے بجائے اس کے کہ ہماری قوم انھیں اپنے لئے نمونہ قرار دیتی، ظلم، رشوت، دروغ گوئی، تہمت زنی اور انحطاط کا شکار ہو گئے ہیں۔

یہ مسلمان خود زبان سے مسلمان کہتے ہیں لیکن عمل کے لحاظ سے اسلام سے دور ہیں کیوں ؟ اس سلسلہ میں میں نے بہت غور کیا میں نے عثمانی بادشاہت کے پچاس سال قبل کے زمانہ کا تجزیہ کیا اور تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ انقلاب کے دو سبب ہیں۔

۱۔ استعمار کا تسلط : قبضہ جمانے والا استعمار یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ لوگوں کے اخلاق کو فاسد کر دیا جائے ان کی مردانگی، عزت اور غیرت وحمیّت کا احساس ختم ہو جائے اور اس طرح ان پر حکومت کا دروازہ کھل جائے۔

۲۔ راہنمائی اور تبلیغ کرنے والوں کا خاموش رہنا غفلت میں پڑے ہوئے معاشرہ میں کسی ایسے نصیحت کرنے والے کا نہ ہونا جو اسے خواب غفلت سے بیدار کر سکے، اس بیماری میں مبتلا اور وبا میں گرفتار معاشرہ کے پاس کوئی ڈاکٹر نہیں ہے جو اس کا جلد از جلد علاج کر سکے اگر ہے تو وہ بھی بیمار ہے۔

فلسطین کے مسئلہ کا حل

چھٹی و ساتویں صدی ہجری میں مسلمانوں کے آپس کے اختلاف سے صلیبی جنگیں وجود میں آئیں اور مغول و تاتار کامیاب ہوئے تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں مسلمانوں کی تفرقہ بازی سے استعمار کو عالم اسلام میں نفوذ کا راستہ مل گیا چنانچہ آج مصر ، خلیجی ممالک ، عراق اور حجاز پر برطانیہ کا تسلط ہے اور الجزائر ، تیونس ، مراکش ، لبنان اور شام پر فرانس کا قبضہ ہے ۔

آج عرب جانتے ہیں کہ اسرائیل کا مقصد ملک کشائی ہے اس لئے وہ اپنے چاروں طرف آگ بھڑکا رہا ہے اور وبائی جراثیم کی طرح ہر جگہ سرایت کرتا جارہا ہے آج فلسطین کا مسئلہ نہایت پیچیدہ مسئلہ بن گیا ہے اس مسئلہ کو حل کرنے میں صبر و شجاعت کی ضرورت ہے فلسطین کے مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں بہت سے مسائل کو مدّنظر رکھنا پڑے گا ۔

۱ ۔ انتقام کی دھمکی سے اجتناب کیا جائے ، استعمار نے عربوں کو ایسی باتوں سے سرگرم رکھا ہے ہمیں امریکہ اور برطانیہ کی نیرنگیوں سے محفوظ رہنا چاہئے اور یہ بات ثابت کریں کہ ہم انتقام لینے والے اور کینہ توز

نہیں ہیں، بلکہ ہم اپنا حق مانگتے ہیں کیا گزشتہ صدیوں میں عرب اور یہودی صلح وصفا کے ساتھ باہم زندگی بسر نہیں کرتے تھے؟

۲۔ اصل مسئلہ برطانیہ ہے اس نے اسرائیل کو وجود دیا ہے اور اس کے بعد امریکہ نے اس کی مدد کی ہے۔ ہمیں اسرائیل سے اسی وقت پناہ مل سکتی ہے جب ہم استعمار سے نجات حاصل کرلیں گے، اگر عرب ممالک میں صحیح معنوں میں استقلال پیدا ہوجائے اور آزاد و متحد حکومت برسر اقتدار آجائے تو عربوں کو اسرائیل سے نجات مل جائے گی۔

۳۔ عرب حکومتوں کا اختلاف ان بدبختیوں کا سبب ہے اسرائیل کی چیرہ دستیوں کو صرف اسی وقت روکا جا سکتا ہے جب عرب ممالک میں اتحاد ہوجائے گا، پشیمانی بے فائدہ ہے حفظ ماتقدم سیکڑوں علاجوں سے بہتر ہے۔

کیا نصیحت سے فساد رک سکتا ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں نصیحت وتقریریں بے فائدہ ہیں، یہ نظریہ صحیح نہیں ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کے اہم ترین واجبات میں سے ہے، وعظ کرنا مسلمان دانشوروں کا فریضہ ہے، لیکن

مشکل یہ ہے کہ وعظ کرنے والے خود بیمار ہیں۔
میری عمر اسّی سال سے زائد ہوگئی ہے، نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوگیا کہ میں وعظ و نصیحت کر رہا ہوں اور مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دے رہا ہوں، اصل الشیعہ و اصولہا نو بار چھپ چکی ہے، اور ہر ایڈیشن پر میں نے اس امید کے ساتھ مقدمہ لکھا ہے کہ شاید مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ بہت سے ملکوں کا سفر کیا سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اس لئے تاکہ مسلمانوں میں اتحاد ہو جائے۔
بازاروں میں مے فروشی خدا و رسولؐ سے جنگ ہے یورپین اسلامی ممالک میں فساد پھیلا رہے ہیں، وہ کسی سے نہیں ڈرتے ہیں، ہمارے جد کاشف الغطأ نے شیراز میں ایک بادہ فروش کے خموں کو توڑ دیا مے فروش جو کہ صوفی تھا، نے اس سلسلہ میں کچھ اشعار کہے۔
ع۔ شیخ نجفی شکست خمخانہ مے
مجرموں کے مقابلہ میں ہمارا خاموش رہنا ان کی تشویق کا سبب ہے۔[187]

احزاب و سیاست[188]

لوگ کہتے ہیں کہ آپ مولانا ہیں آپ کو سیاست سے

کیا کام اور سیاسی پارٹیوں کے بارے میں میرا کیا نظریہ ہے؟
میرا جواب یہ ہے کہ پارٹیوں نے ابھی تک کوئی مثبت
کام انجام نہیں دیا ہے وہ صرف اختلاف کو ہوا دیتی ہیں
اگر سیاست کے معنا نصیحت، راہنمائی، فساد سے
روکنا اور استعمار سے جنگ ہے تو میں اہل سیاست
ہوں، ایسی سیاست واجب ہے، میرے اجداد
۲۰۰ سال سے عالم اسلام کی دینی قیادت کرتے چلے
آئے ہیں، ائمہ معصومین کی زیارت جامعہ میں بیان
ہوا ہے کہ انتم ساسۃ العباد، تم لوگوں کے سیاستمدار
ہو، ہماری سیاست رسول وائمہ کی سیاست ہے
لیکن اگر سیاست کے معنیٰ فتنہ، نیرنگ، ریاست
ومنصب، استعمار کا تعاون اور لوگوں سے خیانت
ہیں تو ہم ایسی سیاست سے بیزار ہیں۔
مسلمانوں پر استعمار کے اژدر حملہ آور ہیں کمیونسٹ
کے عفریت اور امپریل ازم کے دیو انہیں گھیرے ہوئے
ہیں نئے پرانے استعمار حملہ کر رہے ہیں، آج جو
آزادی مانگنے کے شعلے بھڑک رہے ہیں ان کا سرچشمہ
کوہ آتش فشاں ہے، غیرت مند انسان ان مصیبتوں
پر کیسے صبر کر سکتا ہے جبکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کی
سرزمین کو برباد کیا جا رہا ہے۔
ہم کسی کے احساسات وجذبات کو نہیں بھڑکاتا

چاہتے نہ کسی کی عزت کو خاک میں ملانا چاہتے ہیں نہ کسی کو آزار پہنچانا مقصود ہے۔ ہمارا مقصد تو صرف نصیحت کرنا اور آگاہ کرنا ہے، ہم نے صرف دینی فریضہ کے تحت یہ کام انجام دیا ہے تاکہ روز قیامت ہم سے نہ کہیں آپ نے آگاہ ہوتے ہوئے ہمیں برائیوں سے کیوں نہیں روکا تھا اور اچھائیوں کا کیوں حکم نہیں دیا تھا۔

اب میری عمر اسّی سال سے زائد ہوگئی ہے آج کل میں رفتہ گاں لوگوں میں میرا شمار ہوگا زمانہ کی سختیوں نے میرے قوا مضمحل کر دیئے ہیں میری زندگی کا ماحصل شدائد اور قلمی نسخے رہ گئے ہیں شاید میں لذت الم سے اور قوم میرے قلم سے بہرہ مند ہوگی۔[189]

کاشف الغطا نے حقیقت کو آشکار کیا

کاشف الغطا نے بحمدون کی کانفرنس کے دعوت نامہ کا جواب "المثل العلیا فی الاسلام لا فی بحمدون"۔ یعنی اخلاق کے اعلیٰ نمونے اسلام میں ہیں نہ کہ بحمدون میں۔ کے نام شائع کرادیا اور اس کے چند نسخے اپنے ایک دوست کے ذریعہ کانفرنس میں بھجوا دیئے تاکہ وہ کانفرنس میں شرکت کرنے والوں میں تقسیم کردے۔

آپ کا نمائندہ لبنان پہنچا اور کانفرنس کے شرکاء میں کتاب تقسیم کردی اور کانفرنس کے بہت سے شرکاء سے گفتگو کی اور کانفرنس کے استعماری ہونے

کے سلسلہ میں کاشف الغطاء کا نظریہ ان کے سامنے بیان کیا، اس شخص نے لبنان کے دانشوروں مفکرین اور سیاسی پارٹیوں اور ذمہ داروں میں بھی کتاب تقسیم کر دی اور اس کے بعد اس نے کاشف الغطا کو خط لکھا کہ جس کا خلاصہ یہ ہے

میں آپ کی آخری ہدایات کے بعد لبنان کی طرف روانہ ہوا اور ۲۴ ر ۴ ر ۱۹۵۴ کو بیروت پہنچا، بحمدون پہنچے ہوئے ایک گھنٹہ نہیں گزرا تھا کہ میں نے کانفرنس میں شرکت کرنے والے چند افراد سے گفتگو کی اور اس کانفرنس کے سلسلہ میں ان سے آپ کا نظریہ بیان کیا، وہ آپ کے جواب سے بہت خوش ہوئے، اسی روز عصر کے وقت آپ کی کتاب کے چند نسخے کانفرنس کے بارہ ممبروں کے درمیان تقسیم کئے، ان میں سے ہر ایک نے تنہائی میں جاکر کتاب کا مطالعہ شروع کیا ہر ایک خاموشی میں ڈوب گیا استعمار کے فریب میں آجانے پر وہ پشیمان تھے اور سوچ رہے تھے کہ ہم نے کانفرنس میں کیوں شرکت کی ہے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ کانفرنس کے صدر و سکریٹری بند مکان میں کانفرنس کرنے پر مجبور ہو گئے میں کتاب تقسیم کرنے کے بعد بیروت واپس آگیا اور کانفرنس کے نمایاں افراد میں سے بیت المقدس کی اخوان المسلمین کا صدر سعید رمضان اور شیخ مصطفیٰ سباعی بھی بیروت لوٹ آئے تھے، سباعی نے مطبوعاتی کانفرنس میں کہا، اس کانفرنس

کا مقصد یہ ہے کہ ان پارٹیوں کے خلاف ایک محاذ
کھول دیا جائے جن کا مغرب سے کوئی تعلق نہیں ہے

الہدف میں امام کاشف الغطاء نے بحمدون کی کانفرنس کی حقیقت آشکار کر دی ہے۔ کے عنوان سے ایک مقالہ شائع کیا اور اس میں کانفرنس کے مقصد اور آپ کے موقف کا تجزیہ کیا ہے اور آپ کی کتاب کے اقتباسات بھی شائع کئے ہیں۔

ٹیلی گراف نے بھی اس کتاب کا کچھ حصّہ شائع کیا ہے اور مقالہ کے آخر میں ایک مفکر مسلمان کی یہ بات شائع کی کہ کاشف الغطا نے حقیقت سے پردہ اٹھا دیا۔

بیروت کے جرائد المساء والصوفیہ نے بھی آپ کی کتاب اور کانفرنس کے مقصد کے بارے میں مقالات شائع کئے ہیں [۱۹۰]

مارکسزم اور نژاد پرست پارٹیوں نے بھی کاشف الغطا کے جواب کی تعریف کی عراق و لبنان اور بہت سے مسلم ممالک کے مجلّوں، اخباروں میں آپ کی کتاب کا تذکرہ کیا گیا اور ان کی سیاسی سوجھ بوجھ کی ستائش کی گئی، ماہنامہ العرفان، شمارہ ۷، ۱۹۵۴ئ نے لکھا کاشف الغطا نے استعمار کے خفیہ راز اور اس کی حیلہ سازی سے خوب پردہ اٹھایا۔

آپ کا جواب دنیاء اسلام میں بہت زیادہ تعداد میں چھپ کر تقسیم ہوا روزنامہ "الوادی" نے لکھا: کاشف الغطاء نے کانفرنس پر کاری ضرب لگائی ہے، کس طرح استعمار نے زہد و پارسائی کا لباس پہن لیا ہے اور کیوں کر اخلاقی و معنوی اقدار کے خواہاں ہو گئے ہیں وہ کمزور قوموں کے بہترین خزانہ اور تیل کو برباد کرتے ہیں اور کمپنیوں، بینکوں، فوجی طاقت اور جاسوسوں

کے ذریعہ اس خزانہ کو تیسری دنیا میں ڈھو رہے تھے کہ ناگہاں دیر سے آواز اٹھی! الحیات نے لکھا: کتاب «المثل العلیا فی الاسلام لا فی بحمدون» نے مغرب کی ان سازشوں کو بے نقاب کر دیا ہے جو کہ اس نے مسلمانوں کے خلاف کی تھیں، یہ کتاب دیکھتے ہی دیکھتے نایاب ہوگئی اور دوسرا ایڈیشن پہلی تعداد سے زیادہ تعداد میں شائع کیا گیا۔

محمد امین حسینی، مفتی فلسطین، نے قاہرہ سے کاشف الغطا کو ایک خط لکھا اور بحمدون کی کانفرنس کے جواب کے سلسلہ میں آپ کا شکریہ ادا کیا۔ علی فارس نے انجمن ملی ہوا داران صلح کویت کے نامی خط میں آپ کا شکریہ ادا کیا، ایک اور شخص جو آپ کے اس جواب کا شیفتہ تھا اس نے ایک خط میں لکھا: استعمار کے لئے آپ کی کتاب شمشیر برہنہ و برندہ ہے۔ میں نے آپ کی کتاب کے کافی نسخے خریدے ہیں اور شائقین کے درمیان انھیں مفت تقسیم کر رہا ہوں، آپ کی کتاب پتھر کے دلوں کو بھی موم کرتی ہے آپ کے جواب نے بہت سے خوابیدہ ضمیروں کو بیدار کر دیا ہے۔

عراق میں، الاستقلال، صوت الاہالی، الاخبار، الزمان، الشعب اور الحساب نے بحمدون کی کانفرنس کی ناکامی اور کاشف الغطا کی کتاب پر تبصرے لکھے ۱۹۲

المثل العلیا فی الاسلام لا فی بحمدون، ایک سال میں تین بار چھپی ۱۹۳ روز بروز اس کے قاریوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، اس کے بعد بھی مذکورہ کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے، سازمان تبلیغات اسلامی نے ۱۴۰۳ھ میں اسے ایک لاکھ کی وافر تعداد میں طبع کر کے دنیا بھر میں مفت تقسیم کیا المثل العلیا کا انگریزی اور فارسی میں ترجمہ ہوا، ڈاکٹر شریعتی نے

"نمونہ ہای عالی اخلاقی دراسلام است نہ در مجمد ون"، کے نام سے ۱۳۳۳ھ ش میں ترجمہ کیا جو متعدد بار چھپ چکا ہے، مرحوم مصطفیٰ زمانی نے اس کتاب کا ترجمہ، کنفرانس مذہبی لبنان و ملّت فلسطین کے نام سے کیا ہے جو کہ ۱۳۴۵ھ ش میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا، ۱۳۵۴ھ ش میں اسی کتاب کا ترجمہ، استاد جلال الدین نے فارسی میں، نامہ ای از کاشف الغطا کے نام سے کیا جو کہ ۱۳۵۶ھ ش میں چھپا، ڈاکٹر بہشتی نے بھی اس کا فارسی میں ترجمہ کیا جو کہ "شخصیت واندیشہ ہائی کاشف الغطا"، نامی کتاب میں ۱۳۷۰ھ ش میں چھپا۔

فصل ششم
غروب آفتاب

فصل ششم

غروب آفتاب

پاکستان کے قائد اعظم کے نام خط

کاشف الغطاء دنیا کے سیاستمداروں اور فعال افراد میں سے ایک تھے۔ ابتدائے جوانی ہی سے وہ سیاست میں داخل ہوگئے تھے۔ دنیا کی سیاسی کشاکش میں مسلمانوں کو بیدار کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ عراق و ایران کے بادشاہوں سے بارہا گفتگو کی اور انہیں بڑی طاقتوں کے مقاصد سے آگاہ کیا، اسلامی ممالک میں ایسا کوئی ہی اہم واقعہ اور تقدیر ساز سانحہ پیش آیا ہوگا جس سے آپ باخبر نہ رہے ہوں، آپ پاکستان کے وزیراعظم محمد علی جناح کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم قائد اعظم «پاکستان» محمد علی سلام علیکم

امید ہے کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوگا۔ حکومت پاکستان ایک اسلامی حکومت ہے جو کہ اسلام ہی کے نام سے وجود میں آئی ہے دوسری جنگ عظیم کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں نے قیام کیا اور پاکستان کی

اسلامی حکومت کی تاسیس کی اور اس طرح پاکستان ہندوستان سے جدا ہو گیا اسلام کے قوانین کی رعایت کرنے میں ایسی حکومت دوسری حکومتوں سے زیادہ شائستہ ہے۔ قرآن مجید میں خداوند عالم کا ارشاد ہے جو لوگ خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے، خواہ وہ ان کے والدین، بھائی اور عزیز ہی ہوں، دوستی نہیں کرتے ہیں بے شک استعمار گر خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمن ہیں، انہوں نے فلسطین پر قبضہ کیا اور یہودیوں کی مدد کی ہے۔ وہ اسلحہ اور پیسہ سے اسرائیل کی مدد کرتے ہیں، آپ ایسی اسلامی حکومتوں کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ امریکہ سے معاہدہ کریں اور ان سے فوجی معاہدہ کریں کیوں کہ ان معاہدوں میں استعماری ریشے ہیں اور یہ آپ کی تباہی کا سبب ہوں گے۔

ہم آپ کے مسلمانوں کی مخالفت اور امریکہ سے فوجی معاہدہ کرنے کے سلسلہ میں خدا سے پناہ چاہتے ہیں۔ خدا حافظ، ۱۹۵

امریکہ میں ثقافت اسلامی کانفرنس

ڈاکٹر فیلیپ، تاریخ شناس، امریکہ کی برنسٹون یونیورسٹی

کے لکچر ۱۳۷۳ھ ق میں عراق پہنچے، نجف گئے اور خود کاشف الغطاء کو دانشگاہ کا دعوت نامہ دیا یہ طے پایا تھا کہ اسی سال ستمبر میں برنسٹون یونیورسٹی کی طرف سے واشنگٹن میں، کانگریس کے کتب خانہ میں ثقافت اسلامی اور جہان معاصر کے عنوان سے کانفرنس کا انعقاد کیا جائے گا۔

کاشف الغطاء نے اس کے دعوت نامہ کو قبول نہ کیا اور کانفرنس میں شرکت نہ کی آپ امریکہ، جو کہ ظالموں کا اڈہ ہے، کیسے جا سکتے اور کانفرنس میں شرکت کر سکتے تھے کیا ایک سال پہلے امریکہ نے ایران کی ۲۸ مرداد کی شورش میں اہم کردار ادا نہیں کیا تھا اور شاہ کو ایران واپس نہیں بھیج دیا تھا۔

کیا تیل کے قومی ہونے والی تحریک، جو کہ مسلمانوں اور ان کے رہبروں، جیسے آیت اللہ سید ابوالقاسم کاشانی کے مبارزوں سے کامیاب نہیں ہوئی تھی امریکہ کے لئے یہ ناگوار تھی، اس بنا پر ایران سے تحریک و قیام کو منصوبہ بندی کے ساتھ ختم کر دیا جس کو برسوں کی زحمتوں سے مسلمانوں نے کامیاب بنایا تھا آج امریکہ اسلامی ثقافت کا دوست بن گیا ہے۔

کاشف الغطاء نے بحمدون کی کانفرنس میں شرکت نہ کی لیکن امریکہ کو رسوا کر دیا اب امریکہ دوسرے طریقہ سے مسلمانوں کو فریب دینا چاہتا تھا لیکن اس مرتبہ بھی کامیاب نہ ہو سکا، کاشف الغطاء، سید جمال الدین اسدآبادی کی راہ کے سالک ہیں وہ جمال الدین کی مانند سیاسی صلاحیت کے حامل تھے اور خفیہ سازشوں کو بہت جلد تاڑ جاتے تھے۔

شیطان کے سفیر

۲۷ محرم ۱۳۷۳ھ ق کو مدرسۂ کاشف الغطاء کے کتب خانہ میں آپ سے

برطانیہ کے سفیر سر جان ٹروٹیبک نے ملاقات کی، ان کے درمیان کافی دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا کاشف الغطاء نے برطانیہ کے استعمار کے مظالم کی وضاحت کی، سفیر اسلامی ممالک خصوصاً عراق کے لئے کمیونزم کے خطرہ کے بارے میں گفتگو کرتا ہے، کاشف الغطاء اس کے جواب میں فرماتے ہیں: اگر آپ یہ سوچتے ہیں کہ کمیونزم کا مقابلہ مغرب کی سرمایہ کاری ہی سے کیا جا سکتا ہے تو بہت بڑی بھول ہے۔

کمیونزم ایک فاسد نظام ہے کہ جس کو دوسرے فاسد نظام مغرب کی سرمایہ داری کے ذریعہ تباہ نہیں کیا جا سکتا ہے، یہ دونوں ہمیشہ لڑتے رہیں گے، آج ملّت عراق ان دونوں سے نقصان اٹھا رہی ہے، اگر آپ اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہتے ہیں تو اس نکتہ کی طرف توجہ فرمائیں کہ عراق میں کمیونزم کے پھولنے پھلنے کے لئے تم نے زمین ہموار کی ہے، کمیونزم جہل و فقر کی وجہ سے وجود میں آیا ہے اور اس مار ڈالنے والے زہر کو تم نے عراق کے لوگوں کے اندر ڈالا ہے اگر اس بیماری سے مبارزہ کرنا چاہتے ہیں تو کمیونزم کا پودا سوکھ جائے گا[196]

برطانیہ کا سفیر بات کاٹ کر دوسرا موضوع چھیڑتا ہے اور کہتا ہے، ہم نے دوسری جنگ عظیم کے بعد عراق کو استقلال دیا ہے، کاشف الغطاء فرماتے ہیں: آپ حقیقت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے ہیں؟ آپ نے ظاہری طور پر ہمیں استقلال دیا ہے، عراق کی کابینہ اور وزارتیں آپ ہی کی ساختہ و پرداختہ ہیں[197]

چند ماہ بعد کاشف الغطاء اپنے مدرسہ کے کتب خانہ میں تشریف فرما تھے، مطالعہ میں مصروف تھے کہ عراق میں تعینات امریکہ کا سفیر آپ سے ملاقات کے لئے آیا، دونوں میں گفتگو ہونے لگی کاشف الغطاء نے فرمایا امریکہ نے یہودیوں کی مدد کر کے مسلمانوں پر ظلم کیا ہے، سفیر نے کہا: یہود ستمدیدہ ہیں، ہٹلر نے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا ہمیں ان کی حالت پر رحم آیا اور ہم نے ان

کی مدد کی تا کہ زندگی گزارنے کے لئے انھیں بھی کوئی جگہ مل جائے، کاشف الغطا نے فرمایا: افسوس تمہاری اس مہربانی پر تم ان لوگوں کی مدد کر رہے ہو جو کہ آج سب سے بڑے ظالم ہیں، تم ان کی مدد کرتے ہو جو ہم پہ ستم کرتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہو جو کہ زبردستی فلسطینیوں سے ان کے گھر چھین رہے ہیں، اگر تمہاری نظر میں یہودی آوارہ وطن ہیں تو تم انھیں اپنے ملک میں کیوں جگہ نہیں دیتے اگر تم ستم دیدہ لوگوں کے ساتھی ہو تو قوم عرب بھی ستم دیدہ ہے، آج تمہارے حلیف برطانیہ اور فرانس الجزائر، تیونس اور مراکش کے استقلال پسند لوگوں کو گولیوں سے بھون رہے ہیں، کیا وہ آوارہ وطن نہیں ہیں؟ وہ ستم دیدہ نہیں ہیں؟ ان کی مدد کیوں نہیں کرتے؟

سفیر کہتا ہے کہ ہم ہر سال فلسطین کے آوارہ وطن لوگوں کی ملینوں ڈالر سے مدد کرتے ہیں کاشف الغطا جواب دیتے ہیں: اگر فلسطینیوں کے خیر خواہ ہو تو انہیں ان کے وطن لوٹا دو ڈالر تمہارا مال ہے یہودی جو کہ تمہاری آنکھوں کا نور ہیں انھیں فلسطین سے نکال دو، تم جتنی بھی فلسطینیوں کی مدد کرتے ہو وہ فلسطین کے ایک چھوٹے سے دیہات کی قیمت بھی نہیں ہے چہ جائیکہ حیفا، یافا وعکّا کی قیمت کے برابر ہو، واضح رہے فلسطین کے مسلمان ذلت قبول نہیں کریں گے۔

سفیر عاجز ہو گیا، اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، اس نے سر جھکا لیا نیم وا آنکھوں سے اس نے دور دیکھا، کتابوں کی الماری کے پاس گیا ایک کتاب اٹھائی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا، اچانک اس کے ذہن میں ایک بات آئی، یہ تمام کتابیں قرآن مجید، پیغمبر اسلام اور ائمہ کے سلسلہ میں ہیں، میں سمجھ گیا کہ اب یہ ہمارے خلاف کوئی بات نہیں کہہ سکتے ہیں، واپس آیا اور کہنے لگا، آپ کے اتنے بڑے کتب خانہ میں کہ جس میں ہزاروں جلد کتابیں موجود

ہیں، اس میں ہمارے خلاف کوئی کتاب نہیں ہے وہ سمجھتا تھا کہ کاشف الغطأ
کوئی جواب نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا اگر کتب خانہ میں کوئی کتاب تمہارے
خلاف نہیں ہے تو ہمارے دل میں تو تمہاری طرف سے نفرت موجود ہے۔ ہم میں سے ہر ایک
قلب سے اس طرح خون بہہ رہا ہے کہ تم نے دنیائے عرب کے دل پر نیزہ مارا ہے۔

سفیر حواس باختہ ہوگیا، کتب خانہ کی چھت کو دیکھنے لگا، سراسیمگی کی
حالت میں رخصت ہوا، گیا تو پھر لوٹ کر نہیں آیا، چند روز بعد ڈاکیہ ایک خط
لایا، جناب کو خط دیا، خط پر مصر کی مُہر لگی ہوئی تھی، لیکن پتہ انگریزی میں لکھا
ہوا تھا یہ اس سفیر کا خط تھا جس میں واپسی کی ہمت نہیں تھی صرف اپنے
عناد کا اظہار خط کے ذریعہ کیا تھا، خط کے ضمن میں لکھا تھا میں آپ کی صاف گوئی سے
حیرت میں تھا ایسا صاف اور صریح طور پر بیان کرنے والا میں نے نہیں دیکھا ہے[198]

اس زمانہ میں کیا کوئی امریکہ کے سفیر سے اس طرح کہہ سکتا تھا: تمہاری آنکھیں ہیں
عراق کا وزیر اعظم دیگر وزراء، ایم، پی اس کے سامنے دَم نہیں مار سکتے تھے لیکن ۹۰ سال
کا بوڑھا کہ جس کے پاس طپنچہ ہے نہ کوئی حکومت وہ امریکہ کے سفیر کی اس طرح تحقیر کرتا ہے۔

کاشف الغطاء کی امریکہ اور برطانیہ کے سفیروں سے ملاقات اسی سال
چار بار شائع ہوئی، جوانوں نے جیسے ہی یہ سنا کہ جناب نے امریکہ اور برطانیہ
کی تحقیر کی ہے ویسے ہی انہوں نے کتابیں خریدنا شروع کر دیں چنانچہ مختصر زمانہ
میں ساری کتابیں فروخت ہوگئیں «محاورۃ الامام مع السفیرین» تین بار
نجف میں اور چوتھی بار ارجنٹائنا میں چھپی[199]

فردوس

تمام عمر دنیا کے گوشہ و کنار سے میرے پاس خطوط آتے
رہے ہیں ان کے سوالات کے جواب روانہ کرتا رہا۔

چند سوال وجواب میرے پاس باقی بچے ہیں جنھیں میں نے، دائرۃ المعارف العلیا، نامی کتاب میں جمع کر دیا ہے، پھر میں نے یہ ارادہ کیا کہ علمی مسائل اور نظری بحثوں کو ایک کتاب میں اور رسولؐ واہلبیتِ رسولؐ سے متعلق مسائل کو دوسری کتاب میں تحریر کروں اور ان دونوں کتابوں کو اپنی عمر کا عطر آگیں اختتام قرار دوں، کیوں کہ میری عمر ۷۰ سال کی ہو چکی تھی، میں آہستہ، آہستہ موت سے قریب ہو رہا تھا بیماری اور میرے روز مرہ کے کاموں نے مجھے تھکا دیا تھا ایک شب میں سحر کے وقت نماز شب اور قرآن پڑھنے کے بعد جانماز پر بیٹھا فجر کے طلوع ہونے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ صبح کی نماز پڑھوں، وہیں مجھے نیند آگئی، میں نے خواب میں انسان کی صورت میں فرشتہ کو یا انسان کو فرشتہ کی صورت میں اپنے پاس کھڑے ہوئے دیکھا، اس نے مجھ سے کہا: فردوس کے لئے اتنی سہل انگاری کیوں کر رہے ہیں کس لئے ؟ میں نے اس سے پوچھا: میرے سید و سردار فردوس کیا ہے؟ اس نے کہا: وہی کتاب جس کو آپ لکھنا چاہتے ہیں، جان لو یہ کتاب تمہاری اور ہمارے شیعوں کی بہشت ہے[۲۰۰]

الفردوس الاعلیٰ کاشف الغطاء کی اہم ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔

آپ اس کتاب میں تحریکِ حسینیؑ بعض فلسفی مباحث بعض آیتوں کی تفسیر اسلام میں عبادات و معاملات اور دسیوں چیزیں سلیس زبان میں قلم بند کرنے میں مشغول ہوئے۔ آپ کے شاگردوں نے آپ کی کلاس میں شرکت کے دوران جو چیزیں لکھ لی تھیں وہ بھی اس کتاب میں شامل ہیں، یہ کتاب ۱۳۷۱ھ ق میں نجف میں طبع ہوئی[201] آپ کے شاگرد شہید قاضی طباطبائی نے آپ کی اجازت سے ۱۳۷۲ھ ق میں اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن تبریز سے شائع کیا۔ ۱۴۰۲ھ ق میں اس کا تیسرا ایڈیشن قم سے چھپا[202] جناب عمران علی زادہ نے بہشت بریں کے نام سے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا جو کہ تبریز سے چھپا۔
جنّت الماویٰ۔ الفردوس الاعلیٰ کی دوسری جلد کا نام ہے، یہ کتاب کاشف الغطاء کی پراگندہ تحریروں کا مجموعہ ہے جو کہ تحریکِ امام حسینؑ، بعض ائمہ کی سوانح عمری اور دسیوں سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔
کاشف الغطاء نے اپنی زندگی کے اواخر میں اپنے شاگرد قاضی طباطبائی کو اپنی تحریروں کی جمع آوری اور ان کی طباعت کے کام پر مامور کیا۔ استاد نے اپنی تحریریں قاضی کے پاس ارسال کردیں، وہ بھی شب روز استاد کی تحریروں کو منظم کرنے میں مشغول ہوگئے، اس کے بعد ایک مقدمہ لکھا، اسے استاد کی خدمت میں روانہ کیا تقریباً دو مہینے سے کاشف الغطا کے مرض میں شدّت پیدا ہوگئی تھی، وہ بغداد میں کرخ اسپتال میں داخل تھے، استاد کا انتقال تحریروں کی جمع آوری کے کام میں تاخیر کا باعث ہوا، یہاں تک کہ ۱۳۷۶ھ ق قاضی نجف گئے اور چند ماہ وہاں قیام کیا ہے، وہ ہر روز مدرسۂ کاشف الغطاء کے کتب خانہ جاتے اور استاد کے بیٹوں کی مدد سے ان کی بقیہّ تحریروں کو جمع کرتے تھے، آخر کار قاضی نے استاد کی پراگندہ یادداشتوں

کو زیور طبع سے آراستہ کر دیا ۱۳۹۷ھ ق میں قاضی نے تبریز سے جنت الماویٰ کا دوسرا ایڈیشن استاد کی سوانح عمری کے ساتھ شائع کیا۔[۲۰۳] ۱۴۰۱ھ ق میں جنت الماویٰ کا تیسرا ایڈیشن چھپا۔

میڈیکل

کاشف الغطاء کی عمر ۹۰ سال کی ہونے والی تھی، چند سال سے بیمار چلے آرہے تھے مثانہ کے غدود نے آپ کو کرخ میڈیکل بغداد میں داخل کر دیا[۲۰۴] آرام اور ڈاکٹروں کے علاج کی ضرورت تھی، لیکن وہاں بھی آپ کو مسلمانوں کی فکر تھی، وہاں آپ کو خبر دی گئی کہ بحرین میں بعض گروہ آپس ہی میں الجھ گئے ہیں اور ان میں جنگ و خونریزی ہو رہی ہے، آنے قلم اٹھایا اور بحرین کے مسلمانوں کے لئے ایک پیغام تحریر کیا، اس پیغام کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ہر آگاہ انسان جانتا ہے کہ آج مسلمان ہر چیز سے زیادہ اتحاد و اتفاق کا محتاج ہے، آپسی دشمنی چھوڑ دو، استعمارگر ہمیشہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف ڈالتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں وہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی آگ بھڑکا کر انھیں فتنہ و فساد میں مبتلا کر دیتے ہیں، خاندانی جنگ و جدال سے صرف استعمار فائدہ اٹھائے گا اور نقصان ہمارا ہوگا۔[۲۰۵]

کاشف الغطاء تمام عمر مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دیتے رہے، جہاں بھی تشریف لے گئے وہیں اتحاد کا نعرہ بلند کیا، تمام مسلم ممالک میں استعمار کے خلاف آپ کی آواز گونج رہی تھی، وہ مسلمانوں کو مذہبی اختلافات سے

بچنے کی تلقین کرتے تھے، مسلمانوں کی ایک دوسرے سے جدائی پر انھیں بہت تکلیف ہوتی تھی، وہ سدا انھیں ایک دوسرے کے قریب آنے کی دعوت دیتے تھے اور فرماتے تھے: یہودیوں میں اتحاد ہے اور تم مسلمانوں میں جدائی ہے اگر عراق میں ایک یہودی کسی مشکل میں پھنس جائے تو دوسرا اس کی وجہ سے آرام سے نہیں بیٹھ سکتا حالانکہ اسلام نے ہمیں دوسرے دینی بھائیوں کی خبرگیری کی دعوت دی ہے، مسلمان ایک بدن کے اعضاء کی مانند ہیں ایک دوسرے کے رنج سے رنجیدہ ہونا چاہئیے۔[۲۰۶]

وہ فرماتے تھے: دشمن سنّی اور شیعوں کے درمیان نزاع کراتے ہیں مسلمان ایک دوسرے کی جان کی فکر میں کیوں رہیں؟ اگر کوئی کتاب لکھنا چاہتا ہے تو وہ دوسروں کے بزرگوں کو کیوں برا بھلا کہتا ہے؟ مسلمانوں کو چاہئیے کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کی محبت کو اپنے دلوں میں زندہ رکھیں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اسے ہی دوسروں کے لئے پسند کرنا چاہئیے۔[۲۰۷]

کاشف الغطاء اپنی زندگی کے آخری لمحات تک دنیا کے مسلمانوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کی فکر میں تھے۔ اسلام سے دفاع کے لئے بڑی طاقتوں کے حملہ کے مقابلہ میں تمام سنی اور شیعوں کو متحد ہوجانا چاہئیے: کاشف الغطاکی اہل سنت کے بہت سے علماء جیسے جامعہ ازہر مصر کے وائس چانسلر شیخ محمود شلتوت سے دوستی نے تمام مسلمانوں کے اتحاد کی راہ ہموار کردی ہے اہل سنت کے ممالک کے بہت سے علماء اور پڑھے لکھے لوگ آپ کا احترام کرتے تھے

اسپتال میں داخل ہوئے ایک ماہ سے زیادہ گزر چکا تھا، حالت غیر ہوگئی تھی مسلسل قرآن پڑھ رہے تھے، صحیفۂ سجادیہ کی بہت سی دعائیں انھیں زبانی یاد تھیں امام زین العابدینؑ کی دعاؤں سے آپ کو بہت شغف تھا[۲۰۸]، اسپتال

کی زندگی کے آخری دنوں میں آپ کے پاس ایک بستہ پہنچا، علامہ شیخ آقا بزرگ تہرانی نے الذریعہ کا کچھ حصہ بھیجا تھا، ۳۲ سال قبل کاشف الغطاء نے الذریعہ کتاب پر ایک مقدمہ لکھا تھا جو کہ الذریعہ کی جلد اول میں چھپا، باوجودیکہ بیماری نے دن بدن آپ کو کمزور بنا دیا تھا لیکن بے کار نہ بیٹھے اور اپنے پچاس دوست کے پاس ان کی تحریر کے ساتھ اپنا نظریہ بھی روانہ کیا جو کہ پہلی جلد میں چھپا ہے

غروب آفتاب

بیماری سے کاشف الغطاء کو افاقہ نہ ہوا، لوگوں نے مشورہ دیا کہ کسی بہترین آب و ہوا والے علاقہ میں تشریف لے جائیں، شاید وہاں کچھ حالت سنبھل جائے، آپ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۷۳ھ کو کرمانشاہ اور خانقین کے درمیان واقع کرند نامی گاؤں میں تشریف لے گئے، سات سال قبل بھی آپ وہاں تشریف لے جا چکے تھے اور مختصر مدت تک وہاں قیام بھی کیا تھا۔

تقی مشہدی کرندی اپنے بیٹے حسن کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے گلیوں سے گزر رہے تھے، سنا تھا کہ جناب تشریف لائے ہیں فرط مسرت سے ایک دم جناب کے کمرہ میں داخل ہو گئے، سلام کیا۔ جناب نے جواب دیا۔ ایک نظر جناب کے چہرہ پر ڈالی، جس سے تکلیف کا اندازہ ہو گیا، آگے بڑھے، ہاتھ چوما، آقا اتنی دیر سے کیوں تشریف لائے آقا کیا ہوا؟ آرام نہیں ہے؟ انشاءاللہ شفایاب ہو جائیں گے۔

حسین کربلائی، مسجد کا خادم سراسیمگی کی حالت میں کمرہ میں داخل ہوا۔ آقا سے احوال پرسی کی۔ آقا کے رخسار کو بوسہ دیا، کمرہ مومنین سے معمور تھا کرند کے لوگوں نے جب آقا کے آنے کی خبر سنی تو سب نے اپنے اپنے کام چھوڑ دیئے

اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، استاد شعبان کے بیٹے مہدی کمرہ کے آخری گوشہ میں بیٹھے تھے جب سات سال قبل آقا تشریف لائے تھے تو وہ اس وقت دس سال کے تھے، لیکن اب جوان ہو گئے تھے۔ جب آقا کو ایک گوشہ میں لیٹے ہوئے پایا تو انھیں بہت دکھ ہوا۔ رقت طاری ہو گئی، آقا سے بہت لگاؤ تھا، جب پہلی بار آقا تشریف لائے تھے تو اس وقت پروانہ وار آقا کے ساتھ رہتا تھا، وہ اس بات کو نہیں بھول رہا تھا کہ مسجد کی تعمیر میں آقا نے کتنی زحمتیں اٹھائی تھیں وہ اور گاؤں کے سب ہی بچے آقا سے محبت رکھتے تھے۔

دو روز گزر گئے، آپ کی حالت کچھ بہتر ہو گئی لیکن تیسرے روز نماز صبح کے بعد اچانک آپ کی حالت غیر ہو گئی آفتاب بلند ہو رہا تھا کہ آپ کی عمر کا آفتاب غروب ہو گیا[210]

"کرند" کے لوگوں نے آپ کا جنازہ اٹھایا اور صلوات و گریہ کی آواز کے ساتھ مسجد میں لے گئے۔

نجف میں غم

کاشف الغطاء کے پیکر کو کرند اور راستہ میں واقع شہروں سے تشییع کرتے ہوئے نجف لائے، ان کے جنازہ کی تشییع میں حوزۂ علمیہ نجف کے مراجع تقلید، مدرسین، اور طلباء گریہ کر رہے تھے، ان کے مدرسہ کے طلباء نے سیاہ لباس پہنے۔ نجف میں سیاہ پرچم آویزاں ہو گئے تھے۔ بازار میں تعطیل ہو گئی تھی، بہت سے اداروں اور کارخانوں میں چھٹی تھی نجف کے گلی کوچوں اور شاہ راہوں سے لوگ مرجع تقلید کے پیکر کو لے جا رہے تھے نجف کا بڑا قبرستان وادی السلام لوگوں سے مملو تھا وہ سب انھیں آخری بار وداع کرنے کے لئے

آئے تھے[۲۱۱] لوگ ان کے نہ ہونے کو کیسے برداشت کر سکتے تھے ؟ دنیا سے وہ شخص اٹھ گیا تھا جس نے دنیا میں شیعوں کو پہچنوایا تھا، اس شخصیت نے دنیا سے آنکھیں پھیری تھیں کہ جس نے بڑی طاقتوں کو لرزہ براندام کر دیا تھا، نجف کے لوگوں نے اس رہبر کو کھو دیا تھا کہ جس نے بہت سے فتنوں کو دبا دیا تھا اور نجف میں بہت سے سماجی مفاسد کا سد باب کر دیا تھا[۲۱۲]

ایسی شخصیت دنیا سے اٹھ گئی جس نے بہت سے شاگردوں کی تربیت کی، آپ کی خدمت میں رہ کر بہت سے دانشوروں اور صاحبان قلم، جیسے آیت اللہ میرزا علی غروی تبریزی، آیت اللہ محمد جواد مغنیہ، آیت اللہ سید عبدالرزاق حسنی (صاحب سیرۃ الائمہ) نے کسب فیض کیا تھا[۲۱۳]

عراق، ایران، پاکستان، افغانستان، لبنان اور بہت سے مسلم ممالک میں آپ کا غم منایا گیا۔ آپ کی تعزیتی مجالس میں آیت اللہ محسن حکیم اور بہت سے مراجع تقلید اور عراق کی بہت سی مذہبی و سیاسی شخصیتوں نے شرکت کی مشرق میں آپ کے انتقال کی خبر پھیل گئی، عراق و ایران کے لوگوں نے عام غم منانے کی خاطر تعطیل کر دی اور تعزیتی پروگرام کا انعقاد کیا مسلم ممالک کے اخباروں اور ماہناموں میں آپ کی دینی و اسلامی خدمات کو سراہا گیا، نجف آپ کے چہلم تک سیاہ پوش تھا، مراجع تقلید نے آپ کے ایصال ثواب کے لئے مجالس کا انعقاد کیا، آپ کے شاگردوں، دوستوں اور جاننے پہچاننے والوں نے آپ کا غم منایا[۲۱۴]

کاشف الغطاء ایک شاعر

کاشف الغطاء عراق کے معاصر اور عظیم صاحب قلم، ادیب اور شاعر

تھے، نوجوانی ہی سے آپ نظم و نثر کی محافل کی جان تھے، آپ کا جادو نگار قلم آپ کی کتاب کے قاریوں کو شیفتہ بنا لیا تھا، جوانی ہی سے آپ نے شعر گوئی کا سلسلہ شروع کر دیا تھا ایک دیوان یادگار کے طور پر چھوڑا جس میں ۸۰۰۰ اشعار ہیں[۲۱۵] اشعار کے ذریعہ آپ مسلمانوں میں بیداری پیدا کرتے تھے، آپ کے چند اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

آفریں ہو تجھ پر علم ...
دنیائیں تیرے ذریعہ زندہ ہوتی ہیں، زندہ باد
میں تیرے بغیر زندگی میں کوئی فلاح نہیں دیکھتا،
برطانیہ نے تیری وساطت سے ہندوستان کا تخت و
تاج حاصل کیا۔
اور تیرے سہارے مصر پر استعمار کا تسلّط ہوا۔
وہ استعمار جو کہ درندہ صفت تھے۔
جنھوں نے دریا میں خون کی موجیں پیدا کی تھیں[۲۱۶]

اس عظیم اصلاح گر نے سو کتابیں اور رسالے چھوڑے ہیں جو کہ آج تک اسلامی معاشرہ میں عطر عرفان اور گرمئی ایمان نچھاور کر رہے ہیں، ہم یہاں محققین کے استفادہ کے لئے کاشف الغطا کے آثار کے نام پیش کر رہے ہیں

الف۔ مطبوعہ کتابیں :

۱۔ الدین والاسلام یا ''الدعوة الاسلامیہ'' ۴ جلد
۲۔ المراجعات الریحانیہ، ۲ جلد
۳۔ الآیات البیّنات فی قمع البدع والضلالات۔
۴۔ التوضیح فی بیان ما ہو الانجیل ومن ہو المسیح؟، ۲ جلد

۵۔ الفردوس الاعلیٰ
۶۔ اصل الشیعہ واصولہا
۷۔ الارض والتربۃ الحسینیہ، ۱۳۶۵ھ ق، نجف چھٹا ایڈیشن ۱۳۷۷ھ ق، قاہرہ، ۱۳۲۶ھ ش میں جناب محمد تقی شہرستانی نے ترجمہ کیا۔
۸۔ نبذۃ من السیاسۃ الحسینیہ ۱۳۴۹ھ ق، دو بار چھپی،
۹۔ میثاق العربی الوطنی نجف، آپ کے دیگر آثار کے مجموعہ "الحکمۃ والسّیاسۃ" میں ۱۴۰۱ھ ق میں بیروت سے چھپے۔
۱۰۔ المثل العلیا فی الاسلام لافی بحمدون۔
۱۱۔ محاورۃ الامام المصلح کاشف الغطاء مع السفیرین البریطانی و الامیریکی۔
۱۲۔ عین المیزان۔
۱۳۔ نقد کتاب ملوک العرب، مولفہ امین ریحانی، نجف۔
۱۴۔ مختارات من شعر الاغانی۔
۱۵۔ الخطبۃ التاریخیۃ فی القدس، ۱۳۵۰ھ ق، بیت المقدس۔
۱۶۔ خطبۃ الاتحاد والاقتصاد، ۱۳۵۰ھ ق، دوسرا ایڈیشن بصرہ
۱۷۔ الخطب الاربع، ۱۳۵۳ھ ق، نجف
۱۸۔ خطبۃ الباکستان۔
۱۹۔ مبادی الایمان (اصول وفروع دین) ۱۳۷۰ھ ق، صیدا
۲۰۔ مقتل الامام الحسین۔ علیہ السلام۔، ۱۳۸۴ھ ق، نجف
۲۱۔ قضیۃ فلسطین الکبریٰ فی خطب الامام الراحل محمد حسین کاشف الغطا

۲۲۔ حاشیہ بر تبصرۃ، نوشتہ علامہ حلّی، ۱۳۳۸ھ ق، بغداد
۲۳۔ سوال وجواب، ۱۳۵۰ھ ق، نجف، دوسرا ایڈیشن: ۱۳۵۵ھ ق
۲۴۔ وجیزۃ الاحکام، ۱۳۶۰ھ ق، نجف، ۴ بار چھپی
۲۵۔ زاد المقلدین (فارسی)
۲۶۔ مناسک حج (عربی)
۲۷۔ مناسک حج (فارسی)
۲۸۔ حاشیہ بر عروۃ الوثقیٰ، مولفہ آیۃ اللہ سید محمد کاظم طباطبائی یزدی
۲۹۔ حواشی بر سفینۃ النجاۃ، مولفہ آیۃ اللہ احمد کاشف الغطاء، ۴ جلد
۳۰۔ تحریر المجلہ، ۵ جلد
۳۱۔ حواشی بر عین الحیاۃ، ترجمہ سفینۃ النجاۃ، ۲ جلد (فارسی) ۱۳۴۵ھ
بمبئی
۳۲۔ حاشیہ بر مجمع الرسایل (فارسی) ۱۳۶۷ھ ق، نجف
۳۳۔ تعلیقات و تراجم بر دیوان السید جعفر الحلّی، معروف بہ «سحر بابل
وسجع البلابل»، ۱۳۳۱ھ ق، صیدا۔
۳۴۔ تعلیقات بر دیوان السید محمد سعید الحبوبی۔
۳۵۔ تعلیقات بر الوساطۃ بین المتنبی وخصومہ
۳۶۔ تعلیقات بر معالم اصابۃ
۳۷۔ تعلیقات بر الکلم الجامعۃ والحکم النافعہ
۳۸۔ صحائف الابرار فی وظائف الاسحار (دعا) ۱۳۸۰ھ ق، تبریز
۳۹۔ جنۃ الماویٰ۔
۴۰۔ السیاسۃ والحکمۃ

۴۱۔ النظر الثاقب و نیل الطالب (حاشیہ بر کتاب مکاسب، مولف شیخ انصاری)، تہران

۴۲۔ کشف الاستار عن وجہ الغائب عن الابصار (شعر) ۱۳۱۸ھ ش تبریز

۴۳۔ المسایل القندہاریہ فارسی ۱۳۳۹ھ ق، نجف

۴۴۔ دسیوں تقاریر اور مقالے عراق اور دیگر ممالک کے اخبارو ں اور جرائد میں چھپے۔

ب ـــ غیر مطبوعہ کتابیں :

۱۔ حاشیہ بر کتاب اسفار، مؤلفہ ملّا صدرا۔

۲۔ حاشیہ بر کتاب رسالۃ العرشیہ، مؤلفہ ملّا صدرا۔

۳۔ حاشیہ بر رسالۃ الوجود، مؤلفہ ملّا صدرا

۴۔ دائرۃ المعارف العلیا، ۳ جلد

۵۔ شرح تفصیلی کتاب عروۃ الوثقیٰ، مؤلفہ آیۃ اللہ سید محمد کاظم طباطبائی یزدی، ۴ جلد

۶۔ حاشیہ بر کتاب رسائل، مؤلفہ شیخ مرتضیٰ انصاری۔

۷۔ حاشیہ بر کتاب مکاسب، مؤلفہ شیخ مرتضیٰ انصاری۔

۸۔ تنقیح المقال فی مباحث الالفاظ۔

۹۔ حاشیہ بر کتاب کفایۃ الاصول، مؤلفہ آخوند خراسانی۔

۱۰۔ رسالۃ فی الجمع بین الاحکام الظاہریہ والواقعیۃ۔

۱۱۔ حاشیہ بر کتاب قوانین الاصول، مؤلفہ میرزای قمیؒ۔

۱۲۔ رسالۃ فی الاجتہاد والتقلید۔

۱۳۔ مغنی الغوانی عن الاغانی : یہ کتاب بیس جلدی الاغانی کا خلاصہ ہے،

الاغانی، مؤلفہ ابوالفرج اصفہانی۔

۱۴۔ الشعر الحسن من شعر الحسین یا الاحسن من شعر الحسین، یہ اشعار جوانی کے زمانہ کے ہیں۔

۱۵۔ نزہتہ السمر و نہزۃ السفر: سفر نامۂ حج۔

۱۶۔ عقود حیاتی: آپ کا زندگی نامہ۔

۱۷۔ تعلیقہای بر کتاب امالی، مؤلفہ سید مرتضیٰ۔

۱۸۔ تعلیقہای بر کتاب ادب الکاتب۔

۱۹۔ تعلیقہای بر کتاب الوجیز فی تفسیر القرآن العزیز۔

۲۰۔ تعلیقہای بر نہج البلاغہ و نقد شرح نہج البلاغہ، مؤلفہ شیخ محمد عبدہٗ

۲۱۔ تعلیق بر کتاب «الفتنۃ الکبریٰ» مؤلفہ طہٰ حسین

۲۲۔ منتخبات من الشعر القدیم۔

۲۳۔ منتخبات من الاحادیث والاخبار والتراجم وغیرہ (فارسی و عربی) ۱۳۲۰ھ ق۔

۲۴۔ ترجمہ کتاب ہیئات، مؤلفہ ناصر خسرو بہ عربی۔

۲۵۔ ترجمہ کتاب حجۃ السعادۃ فی حجۃ الشہادہ، مؤلفہ منیع الدولہ بہ عربی

۲۶۔ ترجمہ و تلخیص کتاب سفر نامہ ناصر خسرو بہ عربی۔

۲۷۔ کتاب فی استشہاد الحسین۔ علیہ السلام۔

۲۸۔ رسالۃ الاجتہاد عند الشیعہ۔

۲۹۔ العبقات العنبریۃ فی الطبقات الجعفریہ فی تاریخ عائلۃ آل کاشف

۳۰۔ العصریات والمصریات: منتخب اشعار ۲۰ سال سے ۳۰ سال کے درمیان کے اشعار کا مجموعہ ہے۔

۳۱۔ الدروس الدینیۃ : عقائد اسلامی کے بارے میں جدید نہج پر درس ہے
۳۲۔ حاشیہ بر ہدایۃ الاثر۔
۳۳۔ دائرۃ المعارف الصغری: حکمت، کلام، فقہ و ...
۳۴۔ تنقیح الاصول۔
۳۵۔ منتخب اشعار، مطالب فلسفی، عرفانی و ...، فارسی و عربی ۱۳۳۳ھ ق
۳۶۔ سفر نامہ ایران، ۱۳۵۲ھ ق
۳۷۔ دسیوں تقاریر و مقالے۔

آخر میں قارئین خصوصاً مرحوم کے دوستوں، شاگرد اور آیت اللہ محمد حسین کاشف الغطاء کے خاندان والوں سے گزارش ہے کہ مرحوم سے متعلق وہ یادداشتیں اور اطلاعات ارسال فرما کر ممنون فرمائیں جن تک مؤلف کی رسائی نہیں ہو سکی، تاکہ انھیں بعد کے ایڈیشن میں شامل اشاعت کیا جا سکے۔

پتہ : قم
پوسٹ بکس نمبر ۳۷/۱۸۵/۱۳۵

قم، پژوہشکدہ باقر العلومؑ
محمد رضا سماک امانی

فہرست منابع

۱۔ نُویر مؤلف کا وطن، نُوِیر و گُلُوِیز شہر بندر انزلی کے دو قدیم محلّے

۲۔ جنۃ الماویٰ، محمد حسین کاشف الغطاء، مؤلفہ محمد علی قاضی طباطبائی دوسرا ایڈیشن، ۱۳۹۷ھ ق، تبریز، مقدمہ۔

۳۔ پاسدار اسلام، شمارہ ۲۳، ص ۷۷۔ فقہای نامدار شیعہ، عبد الرحیم عقیقی بخشائیشی، آیۃ اللہ العظمیٰ مرعشی نجفیؒ لائبریری قم ص ۲۹۳

۴۔ آوای بیداری (ویژہ نامۂ روزنامہ جمہوری اسلامی) فروردین ۱۳۷۲، ص ۹۔

۵۔ ریحانۃ الادب، ج ۵، ص ۲۳۔

۶۔ پیام انقلاب، شمارہ ۸۵، ص ۵۷، پاسدار اسلام، شمارہ ۲۳، ص ۷۷۔

۷۔ پیام انقلاب، شمارہ ۸۵، ص ۵۷۔

۸۔ پاسدار اسلام، شمارہ ۲۳، ص ۷۹۔

۹۔ 〃 〃 〃 〃 ۔

۱۰۔ پیام انقلاب، شمارہ ۸۵، ص ۵۷۔

۱۱۔ آوای بیداری، ص ۱۰۔

۱۲۔ آوای بیداری، ص ۱۱
۱۳۔ ماضی النجف وحاضرہا، جعفر باقر آل محبوبہ، دارالاضواء، دوسرا ایڈیشن، ۱۴۰۶ھ ق، بیروت، ص ۳۲۶-۳۲۷
۱۴۔ قصص العلماء، محمّد تنکابنی، انتشارات علمیۃ اسلامیۃ، ص ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۳ و ۱۹۷ - پیام انقلاب، شمارہ ۸۵، ص ۵۸۔
۱۵۔ آوای بیداری، ص ۱۰-۱۱
۱۶۔ پاسدار اسلام، شمارہ ۲۳، ص ۹۷
۱۷۔ آوای بیداری، ص ۱۱
۱۸۔ 〃 ، 〃
۱۹۔ 〃 ، ص ۱۹
۲۰۔ 〃 ، ص ۹۴
۲۱۔ 〃 ، ص ۲۶، بیدارگران اقالیم قبلہ، محمّد رضا حکیمی دفتر نشر فرہنگ اسلامی، ص ۴۷
۲۲۔ آوای بیداری، ص ۱۲
۲۳۔ جنۃ الماویٰ، مقدمہ
۲۴۔ معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ، بیروت، مکتبۃ المثنیٰ، داراحیاء التراث العربی، ج ۲، ص ۱۹۔
۲۵۔ جنۃ الماوی، مقدمہ۔
۲۶۔ 〃 〃
۲۷۔ 〃 〃
۲۸۔ آوای بیداری، ص ۳۰ و ۱۲۴

۲۹۔ آوای بیداری، ص ۷
۳۰۔ 〃 ، 〃
۳۱۔ 〃 ، 〃
۳۲۔ 〃 ، 〃
۳۳۔ 〃 ، ص ۲۸، ۳۱، ۱۰۸ و ۱۱۶۔ جنۃ الماوی، مقدمہ
۳۴۔ 〃 ، ص ۱۲، ۱۵ و ۹۷۔ 〃 〃
۳۵۔ 〃 ، ص ۷
۳۶۔ مولوی۔
۳۷۔ حافظ۔
۳۸۔ آوای بیداری، ص ۱۲، ۱۳
۳۹۔ 〃 ، ص ۳۰
۴۰۔ 〃 ، ص ۳۰ و ۴۰
۴۱۔ 〃 ، ص ۸، ۲۶ و ۳۴
۴۲۔ 〃 ، ص ۳۰
۴۳۔ اس دن پہلی رمضان تھی یا آخری تاریخ تھی حکایت نقل کرنے والے کو اس میں تردید ہے۔
۴۴۔ آوای بیداری، ص ۳۰
۴۵۔ 〃 ، ص ۱۵
۴۶۔ 〃 ، ص ۱۱۸
۴۷۔ 〃 ، ص ۱۵
۴۸۔ صحائف الابرار فی وظایف الاسحار، محمد حسین کاشف الغطاء،

مؤلف و مقدمہ از محمد علی قاضی طباطبائی، ۱۳۸۷ھ ق، تبریز
پہلا ایڈیشن۔

۴۹۔ آوای بیداری، ص ۷۔ کفایۃ الاصول، آخوند خراسانی، موسسۂ آل البیت پہلا ایڈیشن، قم، ۱۴۰۹ھ ق، مقدمہ۔

۵۰۔ آوای بیداری، ص ۷ و ۱۲۔ جنۃ الماوی، مقدمہ۔

۵۱۔ آوای بیداری، ص ۳۱۔

۵۲۔ 〃 ص ۲۶۔

۵۳۔ 〃 ص ۳۱۔

۵۴۔ مولوی۔

۵۵۔ مولوی۔

۵۶۔ شخصیت و اندیشہ ہای کاشف الغطاء، احمد بہشتی، کانون نشر اندیشہ ہای اسلامی، ۱۳۷۱ھ ش، پہلا ایڈیشن، ص ۲۶۸-۱۸۳

۵۷ آوای بیداری، ص ۱۲۴

۵۸ 〃 ، ص ۹۳

۵۹ 〃 ، ص ۱۳، جنۃ الماوی، مقدمہ

۶۰ شیخ آقا بزرگ تہرانی، محمد رضا حکیمی، فجر، تہران، دوسرا ایڈیشن ص ۲۲، ۲۳

۶۱۔ شیخ آقا بزرگ تہرانی، محمد رضا حکیمی، فجر، تہران، دوسرا ایڈیشن ص ۲۲، ۲۳

۶۲۔ آوای بیداری، ص ۱۵

۶۳۔ شیخ آقا بزرگ تہرانی، ص ۲۴

۶۴۔ شیخ آقا بزرگ تہرانی، ص ۲۴

۶۵۔ 〃 ، ص ۲۳

۶۶۔ 〃 ، ص ۲۳، ۲۴

۶۷۔ نہضتہای اسلامی در صد سالۂ اخیر، مرتضیٰ مطہری، انتشارات اسلامی، ۱۳۶۳ھ، ص ۱۷۔ ۱۹

۶۸۔ نہضتہای اسلامی در صد سالۂ اخیر، ص ۳۸۔ ۳۹

۶۹۔ 〃 ، ص ۳۹

۷۰۔ بیدارگران اقالیم قبلہ، ص ۴ ۷

۷۱۔ آوای بیداری، ص ۱۳ و ۲۴۔ ۲۵

۷۲۔ 〃 ، ص ۱۳

۷۳۔ 〃 ، 〃

۷۴۔ 〃 ، ص ۱۲۴

۷۵۔ تحریر المجلہ، محمد حسین کاشف الغطاء، مکتبۃ النجاح و مکتبۃ الفیروز آبادی، ج ۲، مقدمہ

۷۶۔ آوای بیداری، ص ۱۲۹

۷۷۔ 〃 ، ص ۲۸

۷۸۔ شخصیت و اندیشہ ہای کاشف الغطاء، ص ۱۳

۷۹۔ آوای بیداری، ص ۱۳۔ تحریر المجلہ، ج ۲، مقدمہ

۸۰۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، شیخ آقا بزرگ تہرانی، دار الاضواء بیروت، دوسرا ایڈیشن، ۱۴۰۳ھ ق، ج ۲۴، ص ۲۹۵

۸۱۔ شخصیت و اندیشہ ہای کاشف الغطاء، ص ۱۱

۸۲۔ آوای بیداری، ص ۱۲۴

۸۳۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ج۲۴، ص ۲۹۵

۸۴۔ آوای بیداری، ص ۱۲۴

۸۵۔ 〃 ، 〃 ۱۳

۸۶۔ 〃 ، 〃 ۱۱۵

۸۷۔ 〃 ، 〃 ۲۹

۸۸۔ 〃 ، 〃 ۹۳

۸۹۔ 〃 ، 〃 〃

۹۰۔ 〃 ، 〃 ۹۴

۹۱۔ شخصیت و اندیشہ ہای کاشف الغطاء، ص ۱۰۔۱۱

۹۲۔ توضیح دربارۂ انجیل و مسیح علیہ السلام۔ محمد حسین کاشف الغطاء ترجمہ سید ہادی خسرو شاہی، ۱۳۸۴ھ ق، قم، پہلا ایڈیشن، ص ۱۴

۹۳۔ آوای بیداری، ص ۱۳

۹۴۔ 〃 ، 〃 ۹۴

۹۵۔ 〃 ، 〃 ۱۳، ۲۵، ۲۸

۹۶۔ 〃 ، 〃 ۸

۹۷۔ 〃 ، 〃 ۷

۹۸۔ 〃 ، 〃 ۱۳

۹۹۔ 〃 ، 〃 ۸

۱۰۰۔ سوال و جواب، سید محمد کاظم یزدی، ص ۱۰۱ و ۱۰۴

۱۰۱۔ آوای بیداری، ص ۸ و ۱۳

۱۰۲۔ آوای بیداری، ص ۱۳
۱۰۳۔ 〃 〃 ، 〃 ۲۷
۱۰۴۔ 〃 〃 ، 〃 ۸۔ ریحانۃ الادب، محمد علی مدرس، انتشارات خیام، تیسرا ایڈیشن، ج ۵، ص ۲۸
۱۰۵۔ تحریر المجلہ، ج ۲، مقدمہ۔ آوای بیداری، ص ۱۳
۱۰۶۔ آوای بیداری، ص ۱۳
۱۰۷۔ 〃 〃 ، 〃
۱۰۸۔ 〃 〃 ، ص ۱۳۔۱۴
۱۰۹۔ ماضی النجف وحاضرہا، ج ۱، ص ۱۲۸۔۱۲۹، ۱۵۲۔۱۵۳، ۱۶۳۔۱۶۴ موسوعۃ العتبات المقدسہ، جعفر خلیلی، انتشارات مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، دوسرا ایڈیشن، ۱۴۰۷ھ ق، ج ۶، ص ۱۸۲
۱۱۰۔ آوای بیداری، ص ۳۴
۱۱۱۔ الفردوس الاعلیٰ، جنۃ الماوی وصحائف الابرار فی وظائف الاسحار وہ کتابیں ہیں جو کہ قاضی طباطبائی کی کوشش سے طبع ہوئی ہیں۔
۱۱۲۔ آوای بیداری، ص ۲۳، ۳۲ و ۱۱۷
۱۱۳۔ 〃 〃 ، ص ۱۹
۱۱۴۔ 〃 〃 ، ص ۱۵
۱۱۵۔ معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ، ج ۲، ص ۱۹
۱۱۶۔ شخصیت واندیشہ ہای کاشف الغطاء، ص ۸
۱۱۷۔ 〃 〃 ص ۶۶۔۱۴۸، ۲۸۰۔۲۹۰
۱۱۸۔ آوای بیداری، ص ۱۴، ۲۴، ۹۱، ۱۱۸

۱۱۹۔ آوای بیداری، ص ۱۴۔
۱۲۰۔ 〃 ، ص ۲۸۔
۱۲۱۔ 〃 ، ص ۹۵۔
۱۲۲۔ 〃 ، ص ۷۳-۷۶۔
۱۲۳۔ امثال وحکم، علی اکبر دہخدا، انتشارات امیرکبیر، چھٹا ایڈیشن ، ۱۳۶۳ھ، ج ۲، ص ۵۷۶۔
۱۲۴۔ آوای بیداری، ص ۱۱۸۔
۱۲۵۔ 〃 ، ص ۲۸ و ۱۱۹۔
۱۲۶۔ 〃 ، ص ۱۴، ۹۶۔
۱۲۷۔ 〃 ، ص ۹۶، ۱۱۸۔
۱۲۸۔ 〃 ، ص ۹۶۔
۱۲۹۔ شخصیت و اندیشہ ہای کاشف الغطاء، ص ۱۶۔
۱۳۰۔ مولوی۔
۱۳۱۔ این است آئین ما، محمد حسین کاشف الغطاء، ترجمہ ناصر مکارم شیرازی، انتشارات نسل جوان، قم، ص ۷۴-۸۱
۱۳۲۔ این است آئین ما، محمد حسین کاشف الغطاء، ص ۸۱-۸۳
۱۳۳۔ 〃 ص ۸۶-۳۷۰
۱۳۴۔ مکتبۃ الثقافۃ الاسلامیۃ، نے اس کتاب کا پندرہواں ایڈیشن ۱۳۹۱ھ ق میں شائع کیا۔
۱۳۵۔ آوای بیداری، ص ۱۲۲
۱۳۶۔ شخصیّت و اندیشہ ہای کاشف الغطاء، ص ۵۹

۱۳۷۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، ج ۲، ص ۱۶۹۔

۱۳۸۔ این است آئین ما۔

۱۳۹۔ 〃 〃 ، ص ۴۶

۱۴۰۔ ریشہ شیعہ یا اصل واصول شیعہ، محمد حسین کاشف الغطاء، ترجمہ علی رضا خسروانی، ۱۳۷۱ھ ق، دوسرا ایڈیشن، دار الکتاب الاسلامیہ، مقدمہ۔

۱۴۱۔ ریشۂ شیعہ، مقدمہ۔

۱۴۲۔ این است آئین ما، محمد حسین کاشف الغطاء، ترجمہ ناصر مکارم شیرازی ۱۳۴۷ھ ش، تبریز، مقدمہ۔

۱۴۳۔ اصل الشیعہ واصولہا، پندرہواں ایڈیشن، مقدمہ۔

۱۴۴۔ شخصیت واندیشہ ہای کاشف الغطاء، ص ۵۹۔

۱۴۵۔ ریشہ شیعہ یا اصل واصول شیعہ، ص ۸۲۔

۱۴۶۔ این است آئین ما، محمد حسین کاشف الغطاء، ترجمہ ناصر مکارم شیرازی انتشارات نسل جوان، قم، ۱۳۴۶ھ، ص ۱۹۔۲۶۔

۱۴۷۔ ماضی النجف وحاضرہا، ج ۱، مقدمہ۔

۱۴۸۔ این است آئین ما، محمد حسین کاشف الغطاء ترجمہ ناصر مکارم شیرازی چھٹا ایڈیشن، ص ۳۰۵۔

۱۴۹۔ این است آئین ما، ص ۳۰۴۔

۱۵۰۔ اصل الشیعہ واصولہا، دسواں ایڈیشن، ۱۳۷۷ھ ق، قاہرہ، ص ۵۷۔۶۰۔

۱۵۱۔ آوای بیداری، ص ۱۵۔

۱۵۲۔ آوای بیداری، ص ۹۶ ۔
۱۵۳۔ 〃 ، 〃 ۔
۱۵۴۔ 〃 ، ص ۹۶ و ۹۷ ۔
۱۵۵۔ 〃 ، ص ۹۷ ۔
۱۵۶۔ 〃 ، ص ۱۵ و ۵۰ ۔
۱۵۷۔ 〃 ، ص ۵۰ ۔
۱۵۸۔ 〃 ، ص ۹۱ ۔
۱۵۹۔ تحریر المجلہ، ج ۱، ص ۱۹۴، ج ۲، ص ۱ ۔
۱۶۰۔ شخصیت و اندیشہ ہای کاشف الغطاء، ص ۱۲
۱۶۱۔ جنۃ الماوی، مقدمہ ۔
۱۶۲۔ آوای بیداری، ص ۳۹ ۔
۱۶۳۔ 〃 ، ص ۴۰ ۔
۱۶۴۔ 〃 ، 〃 ۔
۱۶۵۔ 〃 ، ص ۴۰۔۴۱ ۔
۱۶۶۔ جنت الماوی ، مقدمہ ۔
۱۶۷۔ آوای بیداری، ص ۹۷ ۔
۱۶۸۔ 〃 ، ص ۶۹ ۔
۱۶۹۔ 〃 ، ص ۹۷ ۔
۱۷۰۔ نامہ ای از امام کاشف الغطاء، ترجمہ جلال الدین فارسی، کانون انتشارات حبیبی، ص ۱۰۳
۱۷۱۔ نامہ ای از امام کاشف الغطاء ۔

۱۷۲۔ آوای بیداری، ص ۹۷

۱۷۳۔ سورۂ مریم، آیۂ ۴۸ ۔

۱۷۴۔ یہاں پاکستان اور بعض دوسرے ممالک مراد ہیں کہ جہاں سرکاری روزِ تعطیل اتوار اور تاریخ عیسوی ہے اور اکثر لوگ انگریزی بولتے ہیں۔ نامہ ای از امام کاشف الغطاء ص ۱۲۲

۱۷۵۔ برطانوی استعمار کے مصر میں مظالم اور تیونس، مراکش والجزائر پر فرانس کا قبضہ، ایضاً: ص ۱۲۸

۱۷۶۔ ایران میں تیل کی صنعت کے قومی ہونے کے سلسلہ میں جو حوادث ہوئے تھے وہ مراد ہیں، ایضاً ۔

۱۷۷۔ ایضاً، ص ۱۰۹ ۔ ۱۲۶

۱۷۸۔ آوای بیداری، ص ۹۷

۱۷۹۔ نامہ ای از امام کاشف الغطاء، ص ۳۰ ۔ ۳۳

۱۸۰۔ آوای بیداری، ص ۶۰

۱۸۱۔ سرزمین فلسطین پر حکومت اسرائیل کے اعلان کے بعد امریکہ نے اس کی تائید کی، امریکہ کی وزارت تجارت کے سرکاری نمائندہ۔ ہنڈرسن۔ نے ۱۵ مارچ ۱۹۵۲ء میں اعلان کیا کہ حکومت اسرائیل کی تاسیس کی ابتداء سے اور ۱۹۵۲ء تک اسرائیل کو ۱,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر بلاعوض امداد اور قرض دیئے ہیں۔، اسرائیل و فلسطین مؤلفہ علی اکبر ہاشمی رفسنجانی، جہان آرا قم، ص ۳۶

۱۸۲۔ یہ تعداد ۱۹۵۴ء۔ جب کاشف الغطاء نے جواب لکھا تھا۔ کی ہے اعراب و اسرائیل کی چھ روزہ جنگ میں دو ملین لوگ آوارہ وطن

ہوئے نامہ ای از امام کاشف الغطاء ص ۳۶

۱۸۳۔ ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو پورٹ سموٹ میں عراق کے وزیراعظم صالح جبر ،اور وزیر خارجہ فاضل جمالی اور سر ارنسٹ بیون کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا، اس معاہدہ کا مقصد عراق و برطانیہ کے درمیان سیاسی و فوجی تعاون کو ۱۹۲۰ء کے معاہدہ کے تحت آئندہ بھی جاری رکھنا تھا اور اسے قانونی شکل دینا چاہتے تھے۔ اس معاہدہ کی بنیاد پر حبّانیہ اور شعبیہ کی چھاؤنی برطانیہ کی فوج کے حوالے کر دی گئی ، اس معاہدہ نے درحقیقت حکومت عراق اور وہاں فوج کی شکست و تباہی کی راہ ہموار کر دی، اس معاہدہ کے خلاف بغداد یونیورسٹی کے طلبہ نے تین روز تک ہڑتال کی اور پھر مختصر مدّت میں پورا عراق اس کی لپیٹ میں آ گیا ،مظاہروں کو پولیس بھی نہ روک سکی ۔ ۱۲ روز کی مدت میں حکومتی اداروں سے شروع ہو کر لوگوں کے انقلاب نے امریکہ اور برطانیہ کے کونسلٹ اور ثقافتی مراکز میں آگ لگادی تھی، آخر کار ۲۷ جنوری کو صالح جبر نے استعفا دے دیا اور امیر عبداللہ ولیعہد عراق نے بغداد ریڈیو سے اس معاہدہ کے لغو ہونے کا اعلان کر دیا ، نمونہ ہای عالی اخلاقی در اسلام است نہ در بحمدون ، تالیف محمد حسین کاشف الغطاء ترجمہ علی شریعتی انتشارات روشنا وند دوسرا ایڈیشن ۱۳۵۷ھ ش ص ۱۰۸ ۔ ۱۰۹ ۔

۱۸۴۔ ۱۹۵۰ء کے اوائل میں ناٹو کے اراکین کی طرف سے تیسری دنیا کے سامنے COMMON, DEFENSE پیش کیا گیا، اس کے

دو مقصد تھے، ۱۔ اندرون ملک آزادی چاہنے والی اور امپریل ازم کے خلاف تحریکوں کو کچلنا، ۲۔ روس کے چاروں طرف فوجی جال بچھانا۔
مغرب کے اس دفاعی معاہدہ پر عرب ممالک میں سب سے پہلے عراق نے دستخط کئے، ۲۴ جنوری ۱۹۵۵ء کو عراق نے ترکی سے دفاعی معاہدہ کیا جو کہ معاہدۂ بغداد کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی سال، برطانیہ، امریکہ اور پاکستان اس معاہدہ میں شامل ہوئے، نمونہ ہای عالی اخلاقی در اسلام است نہ در بحمدون ص ۱۱۰ تا ۱۱۳

۱۸۵۔ سورۂ بقرہ : ۲۵۸

۱۸۶۔ " : ۱۹۰

۱۸۷۔ المثل العلیا فی الاسلام لا بحمدون از کاشف الغطاء سازمان تبلیغات اسلامی، ۱۴۰۳ھ ق، ص ۱۵-۷۶

۱۸۸۔ المثل العلیا فی الاسلام لا بحمدون ص ۷۷

۱۸۹۔ بہ نامہ ای از امام کاشف الغطاء، ص ۹۲-۹۳

۱۹۰۔ " ، ص ۲۴-۲۹

۱۹۱۔ آوای بیداری، ص ۲۱

۱۹۲۔ نمونہ ہای عالی اخلاقی در اسلام نہ در بحمدون، ص ۱۰۰-۱۰۳ — نامہ ای از امام کاشف الغطاء، ص ۱۰-۲۰

۱۹۳۔ کنفرانس مذہبی لبنان و ملت فلسطین، محمد حسین کاشف الغطاء، ترجمہ مصطفیٰ زمانی، انتشارات پیام اسلام، ۱۳۴۵، قم، ۱۸

۱۹۴۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، ج ۱۹، ص ۷۸

۱۹۵۔ نامہ ای از امام کاشف الغطاء، ص ۸۹۔ ۹۰
۱۹۶۔ آوای بیداری، ص ۴۴
۱۹۷۔ ″ ، ص ۶۰
۱۹۸۔ ″ ، ص ۶۱
۱۹۹۔ ″ ، ص ۱۲۶ و ۱۲۷
۲۰۰۔ ″ ، ص ۸
۲۰۱۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، ج ۱۶، ص ۱۶۵
۲۰۲۔ آوای بیداری، ص ۱۲۵
۲۰۳۔ جنۃ الماوی، مقدمہ
۲۰۴۔ شخصیت و اندیشہ ہای کاشف الغطاء، ص ۱۷
۲۰۵۔ آوای بیداری، ص ۸۲
۲۰۶۔ ″ ، ″
۲۰۷۔ ″ ، ″
۲۰۸۔ ″ ، ص ۱۱۸
۲۰۹۔ ″ ، ص ۱۵
۲۱۰۔ ″ ″
۲۱۱۔ ″ ″
۲۱۲۔ ″ ، ص ۳۱ و ۷۰
۲۱۳۔ آوای بیداری، ص ۳۴ ـــــ ۲۱۴۔ ایضاً ص ۱۵
۲۱۵۔ شخصیت و اندیشہ ہای کاشف الغطاء، ص ۱۶
۲۱۶۔ آوای بیداری، ص ۱۰۸۔ ۱۰۹

کاشف الغطاء نے بحمدون کی کانفرنس میں شرکت نہ کی لیکن دعوت کو ٹھکرا دینے کے بعد آپ نے کانفرنس کے پس منظر کو برملا کرنے اور اس کے اہتمام کرنے والوں کو دندان شکن جواب دینے کا ارادہ کیا۔ ایک ماہ کے اندر اندر جواب لکھنے میں مشغول ہوئے، آپ نے امریکہ کی حکومت کو جواب لکھا جو کہ مشرق وسطیٰ کے دوست داروں کی انجمن کی آڑ میں مسلمان اور مسیحی دانشوروں کو روس کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تھی، کاشف الغطاء کی دنیا کے حالات سے واقفیت خط کے مضمون سے ہویدا ہے۔ اور عالمی سیاست سے آگاہ شیعوں کے مرجع تقلید نے ۸۰ سال کی عمر میں امریکہ کے مظالم کے بارے میں اس طرح خامہ فرسائی کی کہ جس سے قاری حیرت زدہ رہ جاتا ہے

انصاریان پبلیکیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷ـ ۳۷۱۸۵

قم جمہوری اسلامی ایران

ٹیلی فون نمبر ۴۴۱۷۴۴